ناول

قیمت

صرف ۷ روپے

ناشر

کملا چوپڑا

ایشیا پبلشرز ۵ بھارگو لین تیس ہزاری دلّی

(یونین پرنٹنگ پریس دہلی)

روپا

ناول

مہندرناتھ

سورج ابھی تک غروب نہیں ہوا تھا شفق پھیلی ہوئی تھی ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی تھی۔ گوپال اپنی جیپ میں بیٹھا ہوا۔ آبادی سے نکل کر گھنے جنگل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید آج کوئی شکار مل جائے۔ اس نے جیپ کی رفتار تیز کر دی۔ گرد امٹی اڑاتی ہوئی اس کی جیپ سرپٹ دوڑ رہی تھی۔ گوپال کی نگاہیں، عقاب کی طرح شکار تلاش کر رہی تھیں۔ اچانک اسے ایک ہرنی نظر آئی۔ اس نے جیپ کو بریک لگائی، اور بندوق سنبھال کر ہرنی کی طرف بھاگا۔ ہرنی نے اسے دیکھا، تو قلانچیں بھرتی ہوئی جنگل میں گھس گئی۔ گوپال چھلانگ لگا کر ہرنی کی طرف لپکا۔

ہرنی چوکڑیاں بھرتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ گوپال نے فائر کیا۔ ہرنی گولی لگتے ہی گری۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا۔ کہ شکاری اس کی طرف آرہا تھا۔ ہرنی نے بے بسی کے عالم میں اپنے قاتل کی طرف رحم بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اسے کہیں بھی رحم کا جذبہ نظر نہ آیا۔ اپنی زندگی کو بچانے کے لئے آخری چوکڑی بھری۔ اور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ گوپال ہرنی کے پیچھے بھاگا۔ جنگل سے گزرتے ہوئے۔ کھیتوں کی طرف آنکلا۔ سامنے کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک نوجوان لڑکی ہرنی کو پچکار رہی تھی۔ گوپال لڑکی کے قریب آیا۔ لڑکی نے اپنا چہرہ اوپر کیا۔ پھر شیرنی کی طرح چنگھاڑتی ہوئی بولی۔

"میری ہرنی کو گولی مارتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی۔"

"تمہاری ہرنی...... میں نے جنگلی سمجھکر......"

"یہ جنگلی نہیں — جنگلی تم ہو۔"

"غلطی ہوگئی حضور معافی چاہتا ہوں۔"

"معاف کرنے سے کیا میری ہرنی کی جان بچ جائیگی۔؟"

"تو پھر اس کی قیمت لے لو۔"

"گوپال نے دس روپے کا ایک نوٹ لڑکی کی طرف پھینکا۔ لڑکی نے نوٹ اٹھا کر ہرنی کے زخم پر رکھا۔ جہاں سے خون نکل رہا تھا۔

"ایسے خون نہیں رکیگا۔" گوپال نے یہ کہکر جیب سے رومال نکالا اور ہرنی کے زخم پر مٹی ڈال کر رومال باندھ دیا۔

"دیکھا خون بند ہو گیا۔" گوپال نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں، ہاں خون بند ہو گیا۔ مگر تیری زبان بند نہیں ہوئی ذرا اسے لگام دو۔"

"تمہارا نام۔ ؟" گوپال نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں بتاتی۔" یہ کہہ کر لڑکی تن کر کھڑی ہو گئی۔

اب گوپال نے لڑکی کو سر سے لیکر پاؤں تک دیکھا۔ درمیانہ قد۔ گٹھا ہوا جسم۔ ہرنی کی طرح مست آنکھیں۔ گورا رنگ۔ دو چوٹیاں۔ سینے پر سانپوں کی طرح بل کھاتی ہوئی لہرا رہی تھیں۔ تنگ کر بھرے ہوئے کولہے۔ چست بلاؤز۔ اور سبز رنگ کا لہنگا پہنے ہوئے تھی۔

"گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو میری طرف۔؟"

"جو چیز اچھی لگے۔ آدمی اس کی طرف کیوں نہ دیکھے۔ دیکھ غصّے کو تھوک دے اور نام بتا اپنا۔

"نہیں بتاتی۔ کیا تم اس علاقے کے تھانیدار ہو۔؟"

"بس تو تھانیدار نہیں۔ مگر تم تھانیدار کی بیٹی ضرور لگتی ہو۔ سن۔ تیری صورت پسند آئی۔ نام پوچھ لیا تو کیا پاپ کیا۔ بتا دے نام بڑا احسان ہوگا گوری۔

" لڑکی نے کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" چلتے چلاتے گھر کا پتہ بھی پوچھ لینا۔"

"اگر بتانا چاہتی ہو۔ تو بتا دو۔"

"تم پرنزس کھا کے نبائے دیتی ہوں۔ نام میرا ہے ڈروپا۔" لڑکی نے اکڑتے ہوئے کہا۔

"اور وہاں وہ جو خیمے لگے ہوئے ہیں ان میں رہتی ہوں۔"

"راس دھاریوں کے ساتھ۔؟"

"ہاں۔ ہاں۔ ان راس دھاریوں کے ساتھ۔"

"ناچتی ہو۔؟"

"ہاں ناچتی ضرور ہوں۔ اور ساتھ نا چوانی بھی ہوں۔"

"وہ تو تمہاری اداؤں سے معلوم ہو گیا۔"

"ذرا دور رہنا مجھ سے۔"

"آسانی سے قابو میں نہیں آؤں گی۔"

"بڑے دل گردے کا کام ہے مجھے ہاتھ لگانا۔" ردپا نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھ کٹار۔ بغیر پوچھے ہاتھ لگایا۔ تو سینے کے پار کر دونگی۔

"اس کٹار کی کیا ضرورت ہے۔ تمہاری آنکھیں ہی سینے کے آر پار ہو گئیں۔"

"سوچ سمجھ کر بات کر بابو۔ نہیں تو پچھتانا پڑیگا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی۔ وہ اٹھلا اٹھلا کر چل رہی تھی۔ مست پون کی طرح پتلی کمر بھرے ہوئے کولہے۔ بھری ہوئی ٹانگیں۔ مضبوط توانا گٹھا ہوا جسم۔ ہوا کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

"روپا — بات سن۔"

وہ مڑی — ایک لمحہ کے لئے رکی۔ پھر بجلی کی طرح گوپال کی طرف بڑھی۔

"مار کھانے کی نیت ہے کیا۔" روپا نے تنک کر کہا۔

"مار تو پہلے کھا چکا ہوں۔ اتنی خفا تو نہ ہو۔"

"کیا بات ہے جلدی بولو۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"جس سے تمہیں اتنا پیار رہے۔ اسے اتنی جلدی بھول گئیں۔"

"اچھا — تو اتنی جلدی مجھے تم سے پیار بھی ہو گیا۔ اوہو، ہو یہ منہ اور مسور کی دال۔"

"مجھ سے نہیں روپا۔ میں ہرنی کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ یہ تو تیری بہت ہی عزیز چیز ہے اسے تو لیجا۔"

"ارے ہاں — وہ ہنسی۔ پھر روپا نے ہرنی کی طرف دیکھا۔ اس نے جلدی سے ہرنی کو گود میں اٹھا لیا۔ اور اس کا منہ چومنے لگی۔

بڑی خوش قسمت ہرنی ہے تیری۔"

"کیوں۔؟"

"تو اس کا منہ چوم رہی ہے۔"

"تو کیا ہوا۔؟"

"میں سوچ رہا تھا۔ اگر ہرنی کی جگہ میں ہوتا تو بڑا مزا آجاتا۔"

"اے بالو۔ چپ کر۔ تو شاید مجھے نہیں جانتا۔ میں تو کسی کو بات

نہیں کرنے دیتی ـــــ نہ جانے تیری اتنی باتیں کیوں سن لیں ـــــ بھاگ یہاں سے۔"

"جاتا ہوں روپا ـــــ ذرا جی بھر کے دیکھ لینے دے۔ اس سندر مکھڑے کو۔"

"مکھڑے کو دیکھ کر کہیں پاگل نہ ہو جاتا۔" روپا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے تو ہر روز پاگلوں سے نپٹنا پڑتا ہے۔ نئی بات نہیں میرے لئے۔ اور ہاں یہ خون سے بھرا ہوا نوٹ پانی سے دھو لینا۔ یہ داغ دھل جائیگا۔"

"اس کا داغ تو دھل جائیگا۔ مگر میرے دل کا داغ۔ کون دھوئے گا؟"

"بڑا آیا دل والا ـــــ" یہ کہہ کر روپا لہراتی بل کھاتی ہوئی چل پڑی۔

کافی دیر تک گوپال اس حسین اور خوبصورت لڑکی کی طرف دیکھتا رہا۔ حسن اور جوانی کا سنگم۔ اپنے پورے شباب پر تھا۔ رنگ و روپ کا امنڈتا ہوا سیلاب۔ ایلورا اور اجنتا کے مجسموں کو مات کرتا ہوا۔ یہ حسین مجسمہ اس کے دل کی وادیوں میں اتر گیا۔ یہ لڑکی ان پڑھ تھی۔ غیر مہذب تھی۔ بات کرنے کی تمیز نہ تھی۔ لیکن اس کے خالق نے اسے حسن اور شباب کی بے پناہ دولت بخشی تھی۔ گوپال پہلی ہی نظر میں روپا کے تیرِ نظر کا شکار ہو چکا تھا۔

جب گوپال ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔ تو دوستوں نے چھوٹتے ہی کہا۔

"کہاں سے آرہے ہو اس وقت۔؟"

گوپال نے بندوق رکھتے ہوئے کہا: "شکار کرنے گیا تھا۔"

"اور خالی ہاتھ واپس لوٹے۔" جینی نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"گیا تھا شکار کرنے لیکن خود ہی شکار ہو گیا۔"

"کس کا۔؟"

"ایک ہرنی کا۔"

"جناب نے راستہ کب سے بدلا۔ یعنی انسانوں کو چھوڑ کر جانوروں پر مرنا کب سے شروع کیا۔ کیا اس شہر میں لڑکیاں مر گئی ہیں۔ کہ آپ ہرنیوں پر فدا ہونے لگے۔"

بڑے لچھن دیکھ کر ٹھاکر صاحب کہہ رہے تھے۔ کہ گوپال کو شکار اور شادی سے انکار کے سوا اور کچھ نہیں سمجھے۔"

"سمجھاؤ نا۔ پیارے۔ یہ ہرنی کوئی لڑکی تو نہیں۔؟"

"ہاں یار۔"

"تو ہماری طرف سے مبارک باد۔ گوپال یعنی تم ٹھیک راہ پر آگئے۔ کون ہے وہ۔؟ کہاں رہتی ہے۔ کس کی بیٹی ہے کیسی ہے وہ۔"

"ہاں ہاں بتاؤ۔" سب دوست چلائے۔

"ذرا ٹھہر جاؤ۔ دل کو سنبھلنے دو۔" گوپال نے آہستہ سے کہا۔

"پہلی ملاقات ہے گوپال ۔ ؟"

"ہاں جینی ۔"

"پہلی اور آخری ملاقات بڑی خطرناک ہوتی ہے ۔ ابھی دوستو اس سے کچھ نہ کہو ۔ حسن کی دیوی کا پہلا وار ہے ۔ ذرا آگ بھڑکنے دو ۔ دل کو سلگنے دو ۔ شعلوں کو لپکنے دو ۔ ذرا آہیں بھرنے کا موقعہ دو ۔ پھر گوپال خود بخود سارا ماجرا سنا دیگا ۔ اس وقت ہم صرف اس لئے جمع ہوئے ۔ پرماتما کی سوگندھ ۔ کیا ناچتی ہے ۔ کیا توڑے لیتی ہے ۔ کیا کمر ہلاتی ہے ۔ بس کچھ نہ پوچھو ۔۔۔ قیامت ہے پوری قیامت ۔ چلو گے اس مہان نرتکی کا ناچ دیکھنے ۔ ؟"

"کہاں ہوگا ناچ ۔ ؟"

"ٹھاکر شیر سنگھ کی بارہ دری پر ۔"

"وہاں تو میں نہیں جا سکتا ۔۔۔" گوپال نے غصے میں آکر کہا ۔

"کیوں ۔ ؟"

"ٹھاکر شیر سنگھ سے ہماری پرانی عداوت ہے ۔ یہ پرانی دشمنی کئی برسوں سے چلی آرہی ہے ۔ اگر کوئی جھگڑا ہو گیا تو ۔ ؟"

"ہم لڑنے نہیں جا رہے ہیں ۔ ناچ دیکھنے جا رہے ہیں ۔ ٹھاکر صاحب نے ہم سب کو دعوت دی ہے ۔"

"مجھے تو کوئی دعوت نامہ نہیں آیا ۔"

"تم ہمارے ساتھ چلنا ۔"

"پتا جی سے پوچھ کر بتاؤں گا۔"

"ہر بات پتا جی سے نہیں پوچھا کرتے۔ ٹھیک آج رات کو نو بجے ہم سب بارہ دری کے باہر تمہارا انتظار کرینگے ـــــ آؤگے نا ـــ؟"

"ہاں ہاں آؤنگا۔"

گو پال جانتا تھا۔ کہ شیر سنگھ کی بارہ دری میں داخل ہونا بچوں کا کھیل نہیں۔ شیر سنگھ اور گوپال کے پتا جی کے درمیان پرانی دشمنی تھی۔ دونوں پرانے جاگیر دار تھے۔ ٹھاٹ سے رہتے تھے۔ روپے پیسوں کی فکر نہ تھی۔ نوکر چاکر آگے پیچھے گھومتے تھے۔ شیر سنگھ شراب اور لڑکیوں کے رسیا تھے۔ جہاں کہیں خوبصورت لڑکی دیکھی۔ بس دل دے بیٹھے۔

امراؤ سنگھ ذرا قناعت پسند تھے۔ روپے پیسے کو ٹھوکر نہ مارتے تھے۔ بلکہ سوچ سمجھ کر خرچ کرتے تھے۔ شراب ضرور پیتے تھے۔ مگر چھپ کر۔ حسن سے لگاؤ تھا۔ مگر صرف اس سے لطف اٹھانے کے لئے محفلیں گرم نہ کرتے دوسروں سے آنکھ بچا کر مزا لیتے۔ اور چرچا نہ کرتے۔ ان کا بیٹا گوپال منہ زور گھوڑا تھا۔ انہوں نے اسے قابو میں

لانے کے لیے بڑی کوشش کی۔ شادی کے کئی پیغام آئے۔ لیکن گوپال نے کہیں ہاں نہ کی۔ اسے تو کوئی شبرنی چاہیے تھی۔ جو اسے ٹھیک راہ پر لے آتی۔ آج کی رات وہ ناچ دیکھنے جا رہا تھا۔ اس لیے اس نے چند حواریوں کو اکٹھا کیا۔ اور شبیر سنگھ کی بارہ دری کی طرف روانہ ہو گیا۔

بارہ دری دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی شہر کے امیر کبیر لوگ تشریف فرما تھے۔ اچانک اس کی نظر ناچنے والی پر پڑی۔ کلیجہ دھک سے کر کے رہ گیا۔ ارے یہ تو وہی ناچنے والی لونڈیا تھی۔ جس کی ہرنی کو اس نے گھائل کیا تھا۔ روپا ناچ رہی تھی۔ اور گا رہی تھی۔ "واہ۔ وا" کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ٹھاکر شبیر سنگھ نے گوپال کی طرف دیکھا۔ شبیر سنگھ نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔ اور دس دس کے دو نوٹ ناچنے والی کی طرف پھینکے۔ روپا نے گوپال کی طرف دیکھا۔ اور ناچتے ناچتے اس کے قریب پہنچ گئی۔ گوپال نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور دس دس کے تین نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

روپا نے ایک توڑا لیا۔ اور ناچتی بل کھاتی شبیر سنگھ کی طرف لپکی۔ شبیر سنگھ کو یہ ادا پسند نہ آئی ___ پھر بھی دل پر صبر کر کے سو روپے کا ایک نوٹ روپا کو پیش کیا۔ روپا نے اس نوٹ کو چوما۔ اور ناچتے ناچتے گوپال کی طرف آ گئی۔ روپا اس وقت بجد

حسین لگ رہی تھی۔ حسن وجمال کی یہ پری۔ قیامت ڈھا رہی تھی۔ گوپال نے نوٹ دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ روپا ذرا جھجکی کہ گوپال نے ایک جھٹکے سے روپا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ روپا نے ایک تھپڑ مارا۔ گوپال اور اس کے حواری کھڑے ہو گئے۔ ساری محفل میں ایک سناٹا چھا گیا۔ شیر سنگھ اور گوپال کے ساتھی بھی تن کر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کی طرف بھوکے شیروں کی طرح دیکھنے لگے۔

گوپال کے ایک ساتھی نے چلّا کر کہا۔ "تیری یہ ہمّت کہ تو ٹھاکر گوپال سنگھ پر ہاتھ اٹھائے۔

شیر سنگھ سب کچھ سن رہے تھے۔ انہوں نے محفل پر نظر دوڑائی۔ اُن کے آدمی بہت تھے۔ اگر لڑائی ہوئی تو اس کے آدمی گوپال کے ساتھیوں کو کچا چبا جائیں گے۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر شیر سنگھ گرجے۔ "صاحبزادے سوچ سمجھ کر کسی کا ہاتھ پکڑو۔ یہ ٹھاکر اُمراؤ سنگھ کی جاگیر نہیں۔ ٹھاکر شیر سنگھ کی بارہ دری ہے۔ یہاں شیر سنگھ کا سکہ چلتا ہے۔ روپا کو ہاتھ لگا کر کوئی دیکھے تو — یہ راس ہم نے رچائی ہے اس کا معاوضہ ہم نے دیا ہے۔ اگر تم شرافت سے ناچ نہیں دیکھ سکتے۔ تو یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ سب کو گولی سے اڑا دونگا۔"

گوپال نے اپنے ساتھیوں پر نگاہ ڈالی۔ وہ مرنے مارنے پر تیار تھے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ آٹے میں نمک کے برابر۔ اگر

مقابلہ کیا، تو چیونٹیوں کی طرح پس جائیں گے۔ اس لئے گوپال نے
حالات کا جائزہ لے کر کہا۔

"بندوق کا رعب کیوں دکھاتے ہو۔ چلے جاتے ہیں۔ کل کا
راس ہماری بارہ دری پر ہوگا۔"

"کل کی بات کل پر ـــ" شبیر سنگھ نے گرج کر کہا۔
"تو آج ہی طے کیوں نہیں کر لیتے۔" گوپال نے آگے بڑھ کر کہا۔

"سردار سے پوچھو۔"

"کون سردار۔؟"

"روپا کا باپ۔"

روپا کا باپ وہیں کھڑا تھا۔ بولا۔"جو زیادہ دام دیگا۔ وہیں
راس ہوگا ٹھاکر۔"

"منظور ہے سردار۔؟ دو سو روپے۔" گوپال نے چلا کر کہا۔
"تین سو روپے۔" شبیر سنگھ نے تنک کر بولی دی۔

"چار سو روپے۔"

"چار سو بیس۔" ایک آدمی چلایا۔

"سات سو روپے۔" ایک آدمی چلایا۔

"نو سو روپیہ۔" شبیر سنگھ نے غصے میں آکر کہا۔
"ایک ہزار۔" گوپال نے روپا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ایک ہزار دو سو۔" شیر سنگھ نے جیب سے نوٹ نکال کر دکھائے۔
"برخوردار زبانی جمع خرچ سے بات نہیں بنے گی۔ اگر جیب میں مال ہے
تو دکھاؤ۔ تاکہ بات اسی وقت اور یہیں طے ہو جائے اگر جیب
میں اتنے روپے نہیں ہیں اس وقت تو بڑے ٹھاکر سے مشورہ کر لو۔
مفت میں چلانے سے کیا فائدہ۔ کل روپے بھیج دینا اگر بھیج سکتے
ہو۔ تو۔۔"

گوپال کی جیب میں اسوقت اتنے روپیہ نہ تھے۔ اسے خاموش
ہونا پڑا۔ سب لوگوں نے قہقہے لگائے گوپال شرم سے پانی پانی
ہو گیا۔ پھر بھی جاتے ہوئے بولا۔ "کل دیکھ لوں گا۔!!"

*

جب صبح ہوئی تو گوپال نے ٹھاکر امراؤ سنگھ سے بات کی۔
باپ نے بیٹے کی طرف دیکھا۔ شاید آنکھ کے اشارے سے بیٹا
باپ کی بات سمجھ جائیگا گوپال رات کی ذلالت اور بات کو برداشت
نہ کر سکا بولا۔

"پتا جی۔ یہ میری عزت کا سوال ہے۔"

"عزت اتنی جلدی نہیں لٹا کرتی بیٹا۔ اور وہ بھی ایک
راس رچانے کے لئے کوئی اور بات ہوتی تو شاید میں تمہاری بات
مان جاتا۔"

"شہر کے لوگ کیا کہیں گے۔ کہ ہم شیر سنگھ کے آگے ہار مان گئے"

"زندگی میں سوچ سمجھ کر چلنا چاہیئے گوپال۔ ایک ناچنے والی کے لئے اپنے گھر کو کون آگ لگاتا ہے۔"

"اب اس آگ کو آپ ہی بجھا سکتے ہیں تایا جی۔"

"میں گھر برباد کر کے آگ بجھانے والوں میں سے نہیں ہوں گوپال، شیر سنگھ اپنی خاندانی شان و شوکت بڑھانا چاہتا ہے۔ بڑھائے۔ میں وقت آنے پر ان بے ہودہ حرکتوں کا جواب دونگا۔"

گوپال اپنے تایا کا دو ٹوک جواب سنکر سن ہو گیا۔ امراؤ سنگھ چھڑی پکڑ کر باہر نکل گئے۔

گوپال نے سوچا۔ اب کیا جائے۔ اگر راس اپنی بارہ دری نہ ہوئی تو سارے شہر میں ناک کٹ جائیگی۔ تایا جی کو ان باتوں کا احساس ہی نہیں۔ اچانک گوپال کو یہ خیال آیا۔ کہ روپا سے کیوں نہ مل لیا جائے۔ اور اس سے کہا جائے کہ آج کی رات وہ شیر سنگھ کی بارہ دری پر نہ ناچے یہ سوچتے ہی وہ باہر نکلا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا راس دھاریوں کے کیمپوں کی طرف بڑھا۔ راہ میں ایک ندی پڑتی تھی۔ اسے پار کر کے کنارے پر پہنچا۔ تو کیا دیکھا روپا سامنے سے آرہی تھی۔

گوپال نے گھوڑے سے چھلانگ ماری۔ اور روپا کے قریب آگیا۔

"کیسے آئے ٹھاکر۔؟"

"تم سے ملنے۔"

"مجھ سے ملنے کون آتا ہے۔ شاید رات کی چوٹ سہہ نہ سکے۔؟"

"ایسی چوٹیں کئی کھا چکا ہوں۔ رد پا۔"

"کافی تجربہ کار آدمی نظر آتے ہو۔"

"تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا رو پا۔"

"ہمارا تو کام یہی ہے ٹھاکر۔ ہم عزت بیچ کر پیٹ بھرتے ہیں۔ غریب جو ٹھہرے نا۔ تم تو امیر ہو۔ کیا مانگنے آئے ہو۔؟"

"مانگنے نہیں آیا۔ میں چاہتا ہوں۔"

"بات ایک ہی ہے۔ صاف صاف کہو نا۔"

"کہاں ناچنے جا رہی ہو آج۔؟"

"شبیر سنگھ کی بارہ دری پر اور کہاں۔؟"

"وہاں مت جاؤ۔"

"کیوں۔؟"

"میں کہتا ہوں نا۔"

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے ٹھاکر۔"

"کیا تمہارے دل میں میری عزت نہیں رو پا۔"

"عزت کی بات وہ کرتے ہیں۔ جو دوسرے عزت کریں۔ ہم تو ناچنے والیاں ٹھہریں۔ جو زیادہ دام لگا دیگا وہیں ناچیں گے۔"

"میں نے سوچا تھا تم میں تھوڑی سی شرافت ہو گی۔"
اگر سب ہی لوگ شریف بن جائیں تو ہمارا کاروبار کیسے چلے"
یہ کہہ کر کپڑے اتارنے لگی۔
"کیا کر رہی ہو۔؟"
"کپڑے اتار رہی ہوں۔"
"کیوں۔؟"
"نہانے آئی تھی تھا کر۔"
"مجھے جانے دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ ایک مرد کے سامنے۔"
"بے شرموں کے سامنے شرم کس بات کی۔؟"
یہ کہہ کر روپا دوڑتی ہوئی دریا میں اتر گئی۔ اور ایک مچھلی کی طرح تیرنے لگی۔
گوپال یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اس نے ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنی میں ایک چمکتا ہوا ستارہ دیکھا۔ بادلوں کی اوٹ میں بجلی کو چمکتے ہوا ایک دھارا دیکھا۔ ایک ایسی تیز طرار کٹار جو ہوا کو چیرتی ہوئی پانی میں ڈوب گئی۔ اور جب ابھری تو ایوں محسوس ہوا، جیسے سنگ مرمر کا کوئی بت پانی کی سطح پر تیر رہا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کے سارے جسم میں برقی لہر دوڑ گئی۔ وہ گھوڑے کی طرف لپکا۔ اچھل کر کاٹھی پر بیٹھا گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔
☆

شیر سنگھ اپنے ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے۔ شراب کا دَور چل رہا تھا۔ ان کے چاہنے والے دوست اور چمچے سب تشریف فرما تھے۔
"امراؤ سنگھ کو نیند نہ آئی ہوگی حضور۔ کل کا لونڈا آگیا آپ کے مقابلے میں۔"
"حضور نے ایک وار میں صاف کر دیا۔" دوسرا بولا۔
"جب یہ لونڈیا ناچتی۔ گاتی اور تھرکتی ہوئی بارہ دری میں ناچیگی۔ حضور۔ تو دشمنوں کے سینے پر سانپ لوٹ جائیں گے۔" تیسرا بولا۔
"سارے قصبہ میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔" چوتھا بولا۔
"ذرا مال آپ نے زیادہ ہی دیدیا حضور۔" پانچواں بولا۔
شیر سنگھ نے موچھوں پر تاؤ دیکر کہا: "منشی جی۔ ہم کچی گولیاں نہیں کھیلے۔ ایک ڈیڑھ ہزار روپیہ دیکر ہم نے روپا کو ایک راس کے لئے نہیں

خریدا۔ بھوانی نے چاہا تو ساری عمر ہمارے قدموں میں ناچتی رہیگی۔ ذرا دیکھتے جاؤ۔"

"ارے صاحب کیا بات ہے آپ کی۔ بڑی دُور کی کوڑی لاتے ہیں آپ۔ جو کچھ آپ نے سوچا ہے حضور۔ ہمارا تو اس طرف دھیان بھی نہیں گیا۔"

بس اسی قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ نوکر نے داخل ہو کر اطلاع دی۔ "ٹھاکر صاحب لوگ آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ بارہ دری دلہن بنکر سج گئی ہے حضور۔"

یہ سنکر ٹھاکر صاحب نے جام خالی کیا۔ اور سب لوگ بارہ دری کی طرف چل پڑے۔

روپا آج بن ٹھن کر آئی تھی۔ ایسی ناچی کہ محفل میں کتنوں ہی کا دل چرا کر لے گئی۔ پارے کی طرح لچکتی بل کھاتی۔ شرمانی آگ لگانی دلوں کو گرمانی ہوئی ناچ رہی تھی۔ اس کے پاؤں تھرک رہے تھے گھنگرو بج رہے تھے۔ ٹانگوں میں بے پناہ پھرتی تھی۔ کمر یوں چل رہی تھی جیسے لٹو گھوم رہا ہو۔ رخسار تمتمائے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں بجلی تھی۔ شیر سنگھ اور اس کے حواری نشے میں بدمست تھے۔ شراب کا نشہ اور روپا کے حسن و جمال اور رقص کا نشہ بھلا آدمی اپنے اوپر قابو رکھے تو کیسے رکھے۔

جب ناچ ختم ہوا تو سب ہی لوگ جھوم اٹھے۔ اس چل پری کی

طرف دیکھا۔ کیا عورت اتنی حسین بھی ہو سکتی ہے۔ اچانک چند آدمی سٹیج کی طرف بڑھے۔ خنجر نکالے ہوئے۔

ایک چلایا۔ " اگر ایک آدمی بھی آگے بڑھا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ "

باقی تین آدمیوں نے لڑکی کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ اور اسٹیج سے اٹھا کر لے گئے۔ گھوڑے پر رکھا اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

بارہ دری پر سکتہ سا چھا گیا۔ پھر شور و غل مچا۔ شبیر سنگھ کے آدمی اِدھر اُدھر بھاگے۔

جو ہونا تھا۔ وہ ہو گیا۔ روپا کا باپ روتا ہوا شبیر سنگھ کے سامنے آیا۔

" حضور مائی باپ۔ کوئی میری لڑکی کو یوں اٹھا کے لے جائے اور آپ کی بارہ دری سے اتنی دیدہ دلیری ہائے رام۔ ! "

" ہم سب کچھ جانتے ہیں سردار۔ فکر نہ کرو۔ تمہیں تمہاری لڑکی واپس ملے گی۔ ہمیں جتنا اس بات کی ہے۔ کہ ہمارے ہوتے ہوئے کسی شخص کی اتنی ہمت کہ ہمارے گھر سے روپا کو اٹھا لے جائے۔ یہ واقعی شرمناک بات ہے۔ کہ ہم اس وقت کچھ نہیں کر سکے۔۔۔۔ بحرحال ہم ہر صورت میں تمہیں تمہاری بیٹی دلوائیں گے۔ "

٭

گوپال کے ساتھیوں نے روپا کو اٹھایا تھا سٹیج سے۔ اور اس وقت گوپال اور روپا دونوں ایک کمرے میں تھے۔ روپا شیرنی کی طرح بپھری ہوئی تھی۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے۔؟"

"اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو مجھے۔؟"

"اپنے من مندر کی مورتی۔"

"ایک آوارہ لڑکی کو من مندر میں کیوں بٹھاتے ہو۔؟"

"اپنی اپنی پسند ہے نا۔"

"یہ اچھی پسند نہیں ہے تیری۔ میرا اور تیرا کیا مقابلہ میں زمین کی خاک ہوں تم آسمان کا ستارہ ہو۔"

"ان پڑھ ہو کے پڑھی لکھی لڑکیوں کی طرح باتیں کرتی ہو۔"

"شکریہ اس تعریف کا۔"

"کس لئے بلایا ہے۔؟" روپا نے پوچھا۔

"یہ عرض کرنے کے لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ بے حد محبت ہوگئی ہے۔"

"اتنی جلدی۔ کتنے لوگوں نے اس قسم کے جملے کہے۔ مگر مجھے کسی پر اعتبار نہ آیا۔ پھر تم پر کیسے آئیگا۔؟"

گوپال آگے بڑھا۔ اس کے قریب آیا۔

"وہیں کھڑے رہو ٹھاکر نہیں تو۔" روپا نے کمر سے کٹار نکالی اور ہوا میں اچھال کر کہا۔" میری عصمت اتنی سستی نہیں جتنی تم سمجھتے ہو۔"

"کیا کرو گی اس کٹار سے۔"

"یہ تیرے کے سینے کے آر پار کر دونگی۔ اور اگر یہ نہ کر سکی تو اپنے سینے کے آر پار کر لونگی۔"

"میری بات نہیں سنو گی۔"

"میرے قریب مت آؤ۔ دور رہ کر بات کرو ٹھاکر۔"

"میں تمہیں اپنا نہانا چاہتا ہوں۔ روپا۔"

روپا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"دروازہ کھولو۔ دروازہ کھولو۔" باہر سے آواز آئی۔

گوپال نے دروازہ کھولا۔ شیر سنگھ۔ پولیس انسپکٹر اور دیگر پولیس کے آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے سردار جی تھا۔

"پکڑ لو اس غنڈے کو۔ اسی نے روپا کا اغوا کیا ہے۔" شیر سنگھ نے غرا کر کہا۔

پولیس انسپکٹر گوپال کی طرف بڑھا۔ وہ ہتھکڑی لگانا ہی چاہتا تھا۔ کہ روپا چلائی۔ "تم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"کیوں۔؟"

"اس کا قصور تو بتاؤ۔"

"کیا تمہیں بارہ دری سے اغوا کر کے نہیں لایا۔؟" انسپکٹر نے چلا کر کہا۔

"نہیں۔"

"تم کیسے آئیں۔؟"

"اپنی مرضی سے۔"

"یہ جھوٹ بولتی ہے۔ انسپکٹر صاحب۔ سارا شہر اس بات کی گواہی دیگا کہ۔ گوپال اسے زبردستی اٹھا کے لایا ہے۔ لے چلئے گوپال کو انسپکٹر صاحب۔"

"ٹھاکر صاحب میں مجبور ہوں۔ جب روپا نے خود اقرار کر لیا کہ وہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ تو پھر میں کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر اور پولیس کے سپاہی باہر نکل گئے۔ سردار آگے بڑھا اور بولا۔۔۔ "اتنے بڑے گھر کے لڑکے ہو کر اتنی ذلیل حرکت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی ٹھاکر۔ میری بیٹی کی عزّت لوٹتے ہوئے تمہارا دل نہیں کانپا۔ سارے شہر میں مجھے بدنام کیا۔ مجھے اور میری بیٹی کو کہیں کا نہ رکھا۔"

سردار لاٹھی کا وار کرنے کے لئے آگے بڑھا کہ روپا چیخ مار کر بیچ میں آگئی۔

"بابا۔۔۔ بابا۔ ان کا قصور نہیں ہے۔ قصور میرا ہے۔ بابا میرا۔

چلو گھر۔"

٭

ٹھاکر شیر سنگھ نے ایسی شکست کھائی تھی۔ کہ رات بھر انہیں نیند نہ آئی۔ رات بھر روپا کی تصویر ان کی نگاہوں کے سامنے ناچتی رہی۔ صبح کو ان کے دوست یار آ گئے۔ سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے ٹھاکر شیر سنگھ نے کہا۔ " منشی جی شام کو روپا کو ہماری خدمت میں حاضر کرو۔"

"حضور معاملہ ذرا ٹیڑھا ہے۔"

"تو اسے سیدھا کرو۔ تم کس مرض کی دوا ہو۔ ؟"

"ایسے کاموں کے لئے روپے چاہئیں سرکار۔"

"کتنے — ؟"

"چھوٹی آسامی ہے سرکار۔ تین چار ہزار میں معاملہ پٹ جائیگا۔"

"اس کام کے لئے دس ہزار روپیہ حاضر ہے۔"

"یہ لو پانچ ہزار۔ باقی پانچ ہزار اس وقت دونگا جب روپا میرے ڈرائینگ روم میں آ ئے گی۔"

"سو لہ آنے درست حضور۔"

منشی نوٹ لے کر چلا گیا۔ شیر سنگھ نے وہ دن کیسے کاٹا اس کا علم انہیں ہی تھا۔ خدا خدا کر کے دن کو کاٹ لیا۔ شام کو شراب کی بوتل کھل گئی۔ آج وہ اکیلے تھے۔ دوستوں اور یاروں کو واپس بھیج دیا تھا۔ آج کی رات روپا کے ساتھ گزریگی۔ وہ انتقام کے جذبے

سے بیس تھے ۔ یوں روپا بھی قیامت سے کم نہ تھی اس کے حسن و جمال پر وہ فریفتہ تھے ۔ اسکے گٹھے ہوئے جسم کو دیکھ کر ان کے جسم میں ایک جھرجھری سی آجاتی ۔

اتنی بڑی جائداد کس کام کی ۔ کہ انسان اپنی خواہشات کو پورا نہ کر سکے جہنم اور جنت تو آئینے کے سامنے پہنچے ۔ آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو چکی تھیں ۔ جسم میں بے پناہ قوت آگئی تھی ۔ سانس تیز تیز چل رہی تھی ۔ اور انہیں اس وقت روپا کا انتظار تھا ۔ وہ کچھ بھی مانگ لے ۔ دیدینگے ۔ بس ان کی خواہش پوری ہونی چاہیئے ۔ ٹھیک آٹھ بجے روپا چھم چھم کرتی ہوئی ان کے ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی ــــ منشی جی آداب بجالائے ۔ شیر سنگھ نے آنکھوں کا اشارہ کیا تو منشی جی نظروں سے اوجھل ہو گئے ۔

"بیٹھو روپا ــــ" شیر سنگھ نے پیار سے کہا ۔

"کہاں بیٹھوں ۔ ؟"

"جہاں تیرا جی چاہے روپا ۔"

روپا ایک موڑھے پر بیٹھ گئی ۔ جو شیر سنگھ سے ذرا دور تھا ۔

"کس لئے آپ نے یاد کیا ۔ ؟"

"بس تمہیں دیکھنے کو جی چاہا ۔ بلا لیا ۔ ذرا میرے قریب تو آؤ ۔"

"آپ کی آواز مجھ تک آرہی ہے ۔"

شیر سنگھ نے سوچا ۔ لونڈیا اتنی جلدی قابو میں نہیں آئیگی ۔

وہ پینترا بدل کر بولے — "شربت پیوگی۔؟" لال شربت — شیر سنگھ نے شراب کی بوتل دکھاتے ہوئے کہا۔

"باپو خوب پیتے ہیں اس شربت کو۔"

"اور تم۔؟"

"میں نہیں پیتی ٹھاکر۔"

"کیوں۔؟"

"کڑوی ہوتی ہے نا۔؟"

"کس نے پلائی تھی۔؟"

"باپو نے ایک بار پلائی تھی۔ میں نے پی کر باپو کو تھپڑ مار دیا۔ بس اس دن کے بعد انھوں نے کبھی مجھے شربت نہ پلایا۔"

"یہ شربت کڑوا نہیں رو پا — بڑا میٹھا ہے۔ اسے پی کر اپنا سارا دکھ درد بھول جاؤ گی۔"

"اپنا دکھ درد تو بھول جاؤنگی لیکن شاید اپنی ماں کا دکھ درد نہیں بھولونگی۔"

"ان پڑھ ہو کر پڑھی لکھی لڑکیوں کی طرح باتیں کرتی ہو۔؟"

"میری ماں تو پڑھی لکھی تھی ٹھاکر۔"

"پھر تیری ماں نے ان پڑھ آدمی سے کیسے شادی کر لی۔؟"

"یہ قسمت کے کھیل ہیں ٹھاکر — میری ماں اچھے گھرانے کی تھی۔ اسے نرت کا شوق تھا۔ میری ماں کے پتا جی نے میرے باپو کو ناچ

سکھانے کے لئے نوکر رکھا میرے بابا ان پڑھ تھے۔ مگر نرت کے بہت بڑے استاد تھے۔ بس ناچ سکھاتے سکھاتے دونوں میں محبت ہو گئی۔ جس میری ماں میرے بابا کے ساتھ بھاگ گئیں۔ اسی دن میری ماں کی قسمت خاک میں مل گئی۔ بابا کو شراب پینے کی لت تھی جو کچھ کماتے تھے شراب پی جاتے اس کی۔ میری ماں دوسروں کے گھروں میں جھاڑو کٹکا، برتن مانجھنی۔ اور اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے کام کرتی۔ آخر کب تک یہ جیون ساتھ دیتا۔ جوانی میں مر گئی بیچاری۔ اور مرنے سے پہلے مجھے اس دنیا میں اکیلا چھوڑ گئی۔ تاکہ میں اپنے بابا کا سہارا بن سکوں۔ بابا نے بچپن ہی میں مجھے نرت سکھانا شروع کیا۔ اور اس طرح سے میں نرتکی بن گئی۔

"بڑی دکھ بھری کہانی ہے تیری۔ آجاؤ میرے پاس۔"

"تیری کتنی بیویاں ہیں ٹھاکر۔"

"بیوی تو ایک ہے۔ مگر رکھیل بہت ہیں۔"

"مجھے کہاں رکھو گے۔؟"

"جہاں باقی رہتی ہیں۔" ٹھاکر خوش ہو کے بولے۔

"عمر کیا ہے تمہاری ٹھاکر۔؟"

"یہی ساٹھ برس۔"

"لگتے نہیں ـــ خضاب لگاتے ہو بے حساب۔"

"ہاں ـــ مگر لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ میں لگتا نہیں ساٹھ برس کا۔

تمہیں نیتیں کا نظر آتا ہوں ۔"

"اس سے بھی کم نظر آتے ہو ۔"

"تم بڑی اچھی ہو روپا ۔" ٹھاکر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"بس وہیں کھڑے رہنا۔ آگے نہ بڑھنا ۔" روپا نے جھٹک کر کہا۔

"اب تم سے دور نہیں رہا جاتا ۔ روپا میں تمہارے حسن کا شیدائی ہوں۔ تمہاری جوانی کے پھول کا بھنورا ۔ اب تو میرے قریب آجاؤ۔ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ مجھے ان بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں میں جھانکنے دو ۔ اس جسم کی آگ سے کھیلنے دو۔ کب تک ترساؤ گی ۔ اب میں اور انتظار نہیں کر سکتا ۔ نہیں کر سکتا میری روپا

ٹھاکر شیر سنگھ لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھے ۔

"میں کہتی ہوں اپنی جگہ پر رہو ۔ ورنہ ۔"

"کیا کرو گی ۔ ؟"

"یہ دیکھتے ہو کیا کر ۔" روپا نے کٹار کو ہوا میں اچھالتے ہوئے کہا

"اس سے تیرا پیٹ چیر دوں گی ۔"

"ڈرا رہی ہو مجھے ۔ جانتی ہو کمرے کے چاروں طرف ہمارے آدمی پہرہ دے رہے ہیں ۔ ایک اشارہ سے اندر آجائیں گے ۔ اور نہیں ۔ مجبوراً ۔"

"اس کا علاج میرے پاس ہے ۔"

"کیا ۔ ؟"

"ان کے اندر آنے سے پہلے۔ یہ کٹار میرے پیٹ کے اندر ہو گی۔

اور آنتیں باہر۔"

"تم مرنا بھی جانتی ہو۔؟"

"ہاں اور مارنا بھی۔"

"میری بات نہیں مانو گی۔؟"

"اس وقت نہیں۔"

"پھر کب۔؟"

"مجھے مہلت دو۔ سوچنے کا موقعہ دو ٹھاکر۔"

"آج تک جس لڑکی نے میری بارہ دری میں قدم رکھا۔ بچ کر نہ جا سکی۔ ایک تم ہی ہو۔ جسے چند روز کی مہلت دیتا ہوں۔ تاکہ تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کر سکو۔"

"دھوکا تو نہیں دے رہے ہو۔؟"

"کیسا دھوکا۔؟"

"تمہارے کمرے سے نکلوں تو باہر تمہارے آدمی مجھے پکڑ لیں۔"

"ایسی بات نہیں ہو گی رو پا۔"

"اگر ایسی بات ہوئی تو تم روپا کو زندہ نہ دیکھ سکو گے۔"

"تم سمجھتی ہو تمہاری ایسی حسین لڑکی کو ایسے ہی چھوڑ دوں گا۔ تمہارے حسن اور شباب سے لطف اندوز نہیں ہوں گا۔ اتنا تو میں بدھو نہیں ہوں۔ روپا۔ میں حسن کا پجاری ہوں۔ اور میری نگاہ تیرے

جسم کے ہر موڑ پر ہے۔ اس لئے مجھے وقت دینا ہی پڑیگا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔"

"اس عنایت کا بہت بہت شکریہ ٹھاکر صاحب۔"

یہ کہکر روپا کمرے سے نکل گئی۔

٭

امراؤ سنگھ کے منشی لال سنگھ نے سارا ماجرا سنا دیا۔ پہلے امراؤ سنگھ کو یقین نہ آیا۔ کہ ان کا لڑکا گوپال اس قسم کی ذلیل حرکت کرسکتا ہے پھر انہوں نے سوچا۔ جوان دیوانی ہوتی ہے۔ جب رگوں میں خون جوش مارتا ہے۔ تو انسان خونخوار جانوروں کی طرح حرکتیں کرتا ہے۔ وہ پلنگ پر لیٹے ہوئے گوپال کی حرکتوں کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے میں ان کی بیوی اور ان کی بڑی لڑکی مادھوری اندر آئی۔ دونوں کو دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا۔ بولے۔

"جانتی ہو۔ تمہارا لاڈلا گوپال۔ راس دھاریوں کی لڑکی سے عشق کر رہا ہے۔"

"عشق کر رہا ہے تو کیا برا کر رہا ہے۔" بیوی نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"عشق کرنا ہے تو کسی اچھے گھرانے کی لڑکی سے کرلے۔ ارے دو ٹکے کی چھوکری جس کی کوئی اوقات نہیں۔ کیا وہ ہمارے گھر کی بہو بنے گی۔"

"ہرج کیا ہے ۔؟"

"کیا تم پاگل تو نہیں ہو گئیں گو پال کی ماں ۔ ماں ہو کے تم اپنے بیٹے کے بارے میں کوئی اچھی بات نہیں سوچتیں ۔ میں کہاں کہتا ہوں کہ عشق نہ کرے تمہارا بیٹا ۔ کرے تو اچھے گھرانے کی پڑھی لکھی باعزت لڑکی سے کرے ۔"

"جیسے تم کرتے رہے ۔؟"

"ہاں ۔ میں نے عشق کئے ہیں گو پال کی ماں ۔ مگر تمہارے آنے سے پہلے اور ایسی لڑکیوں سے نہیں جس سے پورے خاندان کا بیڑا غرق ہو جائے ۔"

"ارے ـــــ یہ تمہارے گھر کی ریت ہے ۔ اب منہ نہ کھلواؤ ۔ جیسا باپ ویسا بیٹا ۔"

مادھوری جو چپ چاپ بیٹھی تھی بولی ۔" اب ببیا کی شادی کر دو ۔ پتا جی ۔"

"کوئی لڑکی تو بتاؤ ۔؟"

"کھڑک سنگھ کی لڑکی کیسی رہے گی ڈیڈی ۔؟"

"ارے وہ ارملا ۔؟"

"ہاں ماں جی ۔"

"وہ تو لندن میں ہے ۔" امراؤ سنگھ بولے ۔

"نہیں پتا جی وہ پیرس میں ہے ۔ اور جلدی ہی یہاں آنے والی ہے"۔

"تمہیں کیسے معلوم۔ ؟"

"ارملا نے خط لکھا ہے مجھے۔ کہ وہ چند دنوں کے لئے ہمارے پاس ٹھہرے گی۔"

"تو بس بن گیا کام۔" ٹھاکر امراؤ سنگھ خوش ہو کے بولے۔

امراؤ سنگھ کی بیوی اور ان کی بیٹی جانے کے لئے اٹھیں۔ کہ امراؤ سنگھ نے نہایت دھیرے سے کہا۔ "بیٹی مادھوری۔"

"جی۔"

"تم دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہو۔ کیا بات ہے بیٹی۔ ؟"

"کوئی خاص بات نہیں ڈیڈی۔"

"مجھ سے چھپاؤ نہیں۔ کیا رنگی لال کا خط آیا۔ ؟"

"نہیں پتا جی۔"

"تمہاری اداس آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے بیٹی۔ کہ تم رنگی لال کے ساتھ خوش نہیں ہو۔" "اب کیا کریں ہمارے بھاگیہ ہی ایسے ہیں۔ داتا دہی ایسا ملا کہ کلیجہ منہ کو آوے ہے۔"

مادھوری اور امراؤ سنگھ کی بیوی منہ لٹکائے ہوئے باہر چلی

❖

گوپال نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ کہ روپا اس کی عزت یوں بچالے گی۔ اگر عین وقت پر روپا یہ نہ کہتی۔ کہ وہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔

تو اسے حوالات کا منہ دیکھنا پڑتا۔ اور سارے شہر میں بدنام ہو جاتا۔ اس وقت بیٹھے بٹھائے اسے خیال آیا کہ اسے روپا سے ملنا چاہیئے۔ اسے یہ معلوم ہو گیا تھا۔ روپا اجڈ اور گنوار ہے۔ مگر دل کی بڑی نیک ہے۔ روپا کی بڑی بڑی آنکھیں اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگیں۔ اتنے میں اس کا جگری دوست چینی آ گیا۔ اس نے اپنا حالِ دل اسے بتایا۔ دونوں دوست روپا سے ملنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جلدی ہی وہ لوگ اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں راس دھاری ٹھہرے ہوئے تھے۔ مگر وہاں تو خیموں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ویران سے میدان کو دیکھ کر گوپال کا دل بیٹھ گیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ چلے گئے۔" گوپال نے اداس لہجہ میں کہا۔

"اور کہہ نے بھی کیا۔؟"

"روپا بتا کر بھی نہیں گئی۔"

"بھیا۔ تم نے اس کے لئے کیا کیا۔ جو تم سے مل کر جاتی۔ شیر سنگھ کی بارہ دری سے اٹھا کر لے آئے۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا۔ کہ جس وجہ سے وہ تمہاری پوجا کرنے لگتی۔"

"میں بے بس تھا چینی۔"

"یہ عجیب بے بسی کا عالم ہے۔ دوست کہ انسان شیطان بن جائے۔"

"تم نے شاید محبت نہیں کی۔؟"

"میں ایسی محبت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اب اٹھو نا۔ یہاں بیٹھ کر کیا کرو گے۔؟"

دونوں دوست اٹھے سورج غروب ہو چکا تھا۔ پیدل چلتے چلتے حویلی کے قریب آ گئے۔ چینی لال نے گھر جانے کی اجازت مانگی۔ گوپال نے ہاں کر دی۔ چینی لال چلا گیا

گوپال ذرا آگے بڑھا۔ اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ شاید وہ اس سے معافی بھی مانگنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر وہ مل جائے تو۔ وہ تو چلی گئی اب شاید کبھی ملاقات نہ ہو۔

اس نے آگے بڑھنے کے لئے قدم بڑھایا

پیچھے سے آواز آئی۔

"ٹھاکر۔"

"گوپال نے مڑ کر دیکھا۔

پیچھے روپا کھڑی تھی

"روپا — تم یہاں کیسے۔؟

"تم سے آخری بار ملنے آئی ہوں

"کسی نے دیکھا تو نہیں۔

"کوئی دیکھ لے۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔"

"میرے ساتھ آؤ۔"

دونوں حویلی والے باغ میں چلے گئے۔ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گئے۔

"میں بھی تمہیں ڈھونڈتا رہا ہوں۔"

"کہاں گئے تھے۔؟"

"جہاں تم ٹھہری ہوئی تھیں۔"

"ہاں۔ ہم جا رہے ہیں۔"

"کہاں۔؟"

"خانہ بدوشوں کا کوئی گھر ہوتا ہے ٹھاکر۔ اگلا گاؤں۔ ہمارا اگلا گھر ہوگا۔"

"اگر میں تمہیں نہ جانے دوں تو۔؟"

"میں تمہارے قابل نہیں ٹھاکر بھول جاؤ مجھے۔ ایک غریب ناچنے والی لڑکی ہوں۔ تم ایک امیر باپ کے بیٹے ہو۔"

"لیکچر نہ دو۔ یہ بتاؤ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔؟"

"اگر تم سے محبت نہ کرتی۔ تو یہاں اکیلی کیسے آتی۔"

"روپا۔" گوپال نے خوش ہوکر روپا کا منہ چوم لیا۔

روپا نے جذبات سے مغلوب ہوکر اس کی آغوش میں اپنا سر رکھ دیا۔

گوپال اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔ روپا نے آنکھیں بند کر لیں۔

اس کی سانس تیز چل رہی تھی۔ روپا جو ہزاروں کے مجمعے میں ناچتی تھی۔ جو بات بات پہ کٹار نکال لیتی تھی۔ اس وقت ایک شرمیلی دلہن کی طرح اس کی توانا بانہوں میں تھی۔

روپا کے رخسار تمتما رہے تھے۔ اور چھاتیوں کے ابھار میں ایک

جوار بھاٹا آگیا تھا۔ روپا کے کومل ہونٹ لرز رہے تھے۔ اس کی صندلی گردن پر ایک رگ تڑپ رہی تھی۔ گوپال نے اپنے تپتے ہونٹ اس لرزتی کانپتی ہوئی رگ پر رکھ دیئے۔ دونوں کے جذبات بھڑک اٹھے تھے۔ دونوں جوان تھے۔ خون آتش سیال بن کر ان کی رگوں میں جوش مار رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے ٹپک رہے تھے۔ اور دونوں کے جسموں سے آگ نکل رہی تھی۔ دونوں اتنی تیزی سے سانس لے رہے تھے۔ جیسے وہ آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر کھڑے ہوں۔ وہ کس دیش سے آئے تھے۔ کہاں جا رہے تھے۔ چھوٹے بڑے کی تمیز مٹ چکی تھی۔ امیر اور غریب یکجا ہو گئے تھے۔ شباب کی اس لے پر نہ مذہب کا خیال رہتا ہے نہ نسلی امتیاز کا۔ جوانی کا کوئی رنگ اور مذہب نہیں ہوتا۔ صرف خون کی حدّت ہوتی ہے۔ جو دو جوان دلوں کو گرماتی ہے۔ اور ایسی خوشی سے آگاہ کرتی ہے۔ جس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ دونوں ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہو گئے تھے۔ جیسے دو جسم نہیں ایک جسم ہے۔ دو جانیں نہیں ایک جان ہے۔

گوپال اس وقت چاہتا تو سب کچھ کر سکتا تھا۔ مگر جس طرح روپا نے اپنے آپ کو سونپا تھا۔ اس میں ایک عجیب طرح کی سپردگی تھی۔ جس سے ناجائز فائدہ اٹھانا شرافت نہ تھی۔ کون کسی کے لئے اپنا سب کچھ لٹاتا ہے۔ اس جذبے کی قدر کرنا چاہیئے۔ وہ نشے کی حالت میں اٹھا۔ تاکہ وہ حد سے آگے نہ بڑھ جائے۔

"تمہیں اپنے پتا جی کو چھوڑنا ہوگا۔ تمہیں ناچ اور گانے کو چھوڑنا ہوگا۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے میرے پاس رہنا ہوگا۔ میری پتنی بنکر۔"

"اپنے پتا جی سے تو پوچھ لو۔ میں تو سب کچھ چھوڑ کر تیرے پاس آئی ہوں۔ گوپال اب تم جو کچھ کہو گے وہی ہوگا۔"

وہ اٹھی اور گوپال کے ساتھ چل پڑی۔ گوپال سوچ رہا تھا۔ کہ وہ اس وقت روپا کو کہاں لے جائے۔ حویلی کے اندر وہ لیجا نہیں سکتا۔ وہ روپا کو چینی لال کے گھر لے گیا۔ خوش قسمتی سے چینی لال اور اس کی بیوی دونوں گھر پر موجود تھے۔ دیکھتے ہی چینی لال کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔ سنبھل کر بولا۔ "لے آئے روپا کو۔؟"

"بھابی ان سے ملو۔ یہ ہیں روپا دیوی۔"

"ہاں اس دن انکا ناچ اور گانا سنا تھا۔ تیرے سنگ کیسے آئی۔؟"

"یہ پھر بتاؤں گا بھائی۔ اس وقت صرف میں یہ کہنے آیا ہوں کہ میں عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ آپ کی مدد چاہتا ہوں۔"

"کس قسم کی مدد۔؟" چینی لال نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"تم جانتے ہو سارا قصہ چینی لال۔ بھابی کو بتا دینا رات کو۔ روپا تمہارے پاس رہے گی۔ کسی اور کو خبر نہ ہو۔ کہ روپا تیرے پاس ٹھہری ہوئی ہے۔۔۔ رکھو گے اس کو اپنے پاس میرے یار۔"

تمہارے کام نہ آسکا تو دوستی کس کام کی گوپال۔ مجھے امید ہے جو فیصلہ تم نے کیا ہوگا۔ سوچ سمجھ کر کیا ہوگا۔

"بھائی تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں۔؟"

"لو ۔۔۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے تمہیں شاید معلوم نہیں کہ تمہارا دوست مجھے بھی ایک رات بھگا کر لا یا تھا۔ اور پھر مجھے ایک دوست کے پاس رکھا تھا۔ اور جب تک شادی نہ کر لی مجھے اس گھر سے باہر نہ جانے دیا۔"

"اچھا جی۔ تو آپ بھی یہ گل کھلا چکے ہیں۔ یہ بات بتائی نہیں تم نے جینی۔"

"اپنا عشق تو کب کا ٹھنڈا پڑ چکا۔ اب تو تیرے اور روپا کے عشق کا چرچا ہوگا اس شہر بھا۔"

"بھابی ۔۔۔" روپا یہ گھر تیرا ہے آج سے جب تک جی چاہے ٹھہرنا۔ اور اگر اس کمبخت نے دھوکا دیا تو طبیعت صاف کر دونگا اس کی۔"

"دھوکا نہیں دینگے مجھے۔" روپا نے گوپال کی طرف دیکھ کر کہا

"کیوں۔؟"

"یہ کٹار دیکھتے ہو نا۔ جس دن انہوں نے مجھے دھوکا دیا۔ اسے اپنے سینے میں گھونپ لوں گی۔"

تینوں نے روپا کی طرف دیکھا۔ عجیب سی لڑکی تھی۔ روپا۔ دونوں کو یہ ادا پسند آئی۔

گوپال کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ وہ خطرناک راہ پر چل رہا تھا۔
انسان جوان ہوتا ہے۔ اس وقت مشکلات کا سامنا کرتے ہیں مزا آتا ہے
گوپال نے تہیہ کر لیا کہ جس راہ کو اس نے اپنا لیا تھا۔ اسی راہ پر اسے
چلنا ہوگا۔ یہی کچھ سوچتے ہوئے گوپال حویلی میں داخل ہوا۔
سیدھا ڈرائینگ روم میں پہنچا۔ وہاں سب لوگ اس کا ہی
انتظار کر رہے تھے۔ کھانا میز پر لگا ہوا تھا۔ وہ چپکے سے کرسی پر بیٹھ
گیا۔ سب نے اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر کھانا کھانے لگے۔ گوپال
کے پتا جی نے صرف ایک بات کہی۔ کہ کھڑک سنگھ اور ان کی بیٹی
ارملا جلدی ہی یہاں آرہے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ گوپال کی
سگائی ارملا سے کر دی جائے۔"
"ہاں۔ اب کب تک انتظار کیا جائے۔ کیوں بیٹا۔؟" ماں

نے منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے کہا

"میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا ماں۔" گوپال نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ جواب سنکر ٹھاکر امراؤ سنگھ بھڑک اٹھے بلند آواز میں بولے۔

"میں اب انکار سننا نہیں چاہتا گوپال۔ میں نے خط لکھ کر کھڑک سنگھ اور ان کی بیٹی کو بلوایا ہے۔ لڑکی پڑھی لکھی ہے۔ سندر ہے۔ سارا یورپ گھوم چکی ہے۔ خاندان اچھا ہے۔ اور دولت بے حساب ہے۔ اس وقت میں انکار نہیں سنونگا۔"

"پتا جی — لیکن۔؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ گوپال۔ تمہارے بارے میں بہت سی افواہیں سن رہا ہوں۔ میں ان پر یقین نہیں کرنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں اس عمر میں ہر شخص راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ تم اپنے خاندانی وقار، جاہ و جلال اور اس کی شان و شوکت کو برقرار رکھو گے۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرو گے۔ جس سے ہمیں ندامت اٹھانی پڑے۔"

گوپال نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دوسرے دن جب روپا سے ملنے چینی لال کے گھر کی طرف

روانہ ہوا۔ تو اسے راستہ میں روپا کا باپ مل گیا۔

"میں ٹھاکر سے ملنے جا رہا تھا۔ اچھا ہوا تم مل گئے۔ کہاں ہے میری بیٹی۔؟"

"چلو میرے ساتھ تمہیں تمہاری بیٹی سے ملوائے دیتا ہوں۔"

دونوں چنی لال کے گھر پہنچے۔ گھر میں سب لوگ موجود تھے۔ سردار غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ روپا کو دیکھتے ہی اس کا پارہ چڑھ گیا۔

"چلو میرے ساتھ روپا۔"

"نہیں بابا۔ میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں۔؟"

"میں گوپال کے ساتھ رہوں گی۔ بابا۔"

"روپا ـــــ کیوں اپنی زندگی برباد کر رہی ہے۔ یہ روپے والے کسی کے نہیں ہوتے۔" آم چوس کر گٹھلی پھینک دیتے ہیں۔ ایک دن تیرا بھی یہی حال ہوگا۔ بیٹی۔"

"گوپال سے پوچھ لو بابا۔ اگر میری بات کا یقین نہیں آتا۔"

"ہاں سردار ـــ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیری بیٹی سے شادی کرونگا۔"

"تم تو میری بیٹی کے ساتھ شادی کر دگے۔ مگر تمہارا ٹھاکر باپ تمہاری بات نہیں مانے گا۔ وہ کہے گا۔ تم ایک کم ذات ناچنے والی

سے شادی کر رہے ہو۔ اس لئے وہ شادی نہیں ہونے دیگا۔"

"میں تپا جی کو منوالونگا۔"

"میری بیٹی کو چھالنے مت دوگو پال۔ میں امیروں کے چونچلوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ انہیں اگر محبت ہے تو صرف اپنی دولت سے اپنی ذات سے اپنے خاندان سے۔ تمہارا باپ کبھی یہ برداشت نہیں کریگا۔ کہ اس کی بہو کسی گھٹیا ذات کی ہو۔"

"میں ذات پات میں یقین نہیں رکھتا سردار۔"

"تم نہیں رکھتے۔ تمہارے پتاجی تو ذات پات کو مانتے ہیں۔ تمہاری ماں تو مانتی ہے۔ تمہارا خاندان تو ذات پات کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ کیا تم سارے خاندان کو ٹھکرا کر رو پلسے شادی کر دگے۔؟ میری بیٹی کو دھوکا نہ دوگو پال۔ اس کی زندگی برباد نہ کرو ـــــ میری بیٹی واپس دیدو مجھے۔ بس میری یہی التجا ہے۔"

"کیا تم یہ نہیں چاہتے سردار کہ تمہاری بیٹی عزت سے رہے۔ دو وقت کھائے۔ اس کا گھر ہو ـــــ بال بچے ہوں۔ لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ وہ گاؤں کا دل نہ نوچے۔ لوگ اس کی بے عزتی کرنے کے لئے اس کے پیچھے نہ بھاگیں ـــــ جینی لال نے بلند اور جذباتی ہو کر سردار سے کہا۔

"کونسا ایسا باپ ہوگا۔" سردار بولا۔ "جو یہ نہیں چاہتا کہ اس کی بیٹی عزت سے رہے۔ مگر تم تو میری ساری پونجی۔۔۔۔"

وہ . . . یہ بات ہے" چینی لال نے معاملہ کو سمجھتے ہوئے کہا۔ اور اندر کمرے میں گیا۔ جب باہر آیا۔ تو اس کے ہاتھوں میں سو سو کے پانچ نوٹ تھے۔ "یہ لو رو پے سردار۔ اس کے بعد جب روپوں کی ضرورت پڑے تو میرے پاس آنا۔"

"سردار نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے سو سو کے پانچ نوٹ پکڑ لئے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ گلا رندھ سا گیا۔ اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "بیٹی۔ تمہیں بیچ کر نہیں جا رہا ہوں۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ میں کتنا غریب ہوں ایک تیرا ہی سہارا تھا۔ وہ بھی چھن گیا۔ مرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ان روپیوں سے کوئی کام کرونگا۔ اگلے گاؤں چلا جاؤں گا۔ بیٹی کبھی کبھی تمہیں اپنے باپ کی یاد آئے۔ تو آجانا۔ میں ان دولت والوں کے چنگل سے تمہیں بچا لوں گا۔ یہ بڑے خود غرض اور چھوٹے دل والے ہوتے ہیں بیٹی۔ پرماتما تمہیں سکھی رکھے۔"

یہ کہہ کر سردار چینی لال کے گھر سے باہر نکل گیا۔

ایک کانٹا تو نکل گیا۔ لیکن بڑا کانٹا اب تک حلق میں اٹکا ہوا تھا۔ غریب بڑی جلدی سمجھوتے کر لیتے ہیں۔ امیر اپنی خاندانی وقار اور شان و شوکت پر مرتے ہیں۔ انہیں یہی چیزیں زیادہ عزیز ہوتی ہیں۔ جن کا انسانی مسرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

گو پال تقریباً ہر روز چینی لال کے گھر آتا۔ اور شام ہوتے ہی روپا اور گوپال ندی کے کنارے ٹہلنے نکل جاتے۔ چند دنوں ہی میں روپا نے اپنے آپ کو بدل لیا۔ وہ بکھری ہوئی سنبھل گئی۔ اب موم کی مورت بن چکی تھی۔ جیسے اس نے مکمل طور پر اپنے آپ کو گوپال کے سپرد کر دیا تھا۔ آنکھوں میں حیا کے ڈورے آ گئے تھے۔ باتوں میں ایک ملائمت۔ آواز میں ایک میٹھا سا سی آ گئی۔ اور چال میں بانکپن آ گیا تھا۔ وہ چپکے سے گوپال کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ اور اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ کر کہتی۔ "میں نے بہت بڑی غلطی کی گوپال۔ جو باپ کو چھوڑ کر تیرے پاس چلی آئی۔"

"غلطی نہیں کی۔ بہت بڑا احسان کیا تم نے مجھ پر۔"

"یہ کشتی اب کنارے نہیں لگے گی۔"

"تھوڑی سی مہلت تو دو۔ روپا گھبرانے سے کچھ نہ ہو گا۔"

"میں تو ساری عمر تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔ مگر حالات ہمارا ساتھ نہیں دینگے۔ تمہارے پتا جی تمہاری شادی میرے ساتھ کبھی نہیں ہونے دینگے۔"

"اس وقت کچھ نہ کہو روپا۔" اس نے روپا کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

روپا نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"یہ بڑے پیارے ہیں تمہارے ہاتھ۔ کومل، نرم اور گرم۔۔"

روپا گوپال کا ہاتھ پکڑ کر اپنے رخساروں کے قریب لے آئی۔

"لو تھام لو ان گالوں کو اپنے ہاتھوں سے...... تمہارے ہاتھ کانپ کیوں رہے ہیں۔؟"

"میرا دل بھی کانپ رہا ہے۔ جب تمہیں چھوتا ہوں۔ تو سارا جسم کانپ کانپ جاتا ہے۔"

"میرا بھی یہی حال ہے۔" روپا نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

روپا نے اپنی تھوڑی اونچی کر لی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"کیا عمر بھر اسی طرح پیار کرتے رہو گے۔؟"

"کیا میری ذات پر تمہیں بھروسہ نہیں روپا"

وہ اور اس کے قریب آ گئی۔

ہاتھوں میں ہاتھ لئے۔ آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ ہونٹ ایک دوسرے سے ملنے کے لئے بیقرار تھے۔ رخسار ملنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ ناک کے نتھنے بے حد حساس ہو گئے گوری گوری گردن پر نسیں تڑپ رہی تھیں۔ دونوں کی سانسیں ایک دوسرے سے گلے مل رہی تھیں۔ یہ عجیب سی گھڑی تھی۔ یہ کیسی بے تابی تھی۔ جب کچھ نظر نہیں آتا۔ جب حدیں مٹ جاتی ہیں۔ ضبط کے بند ٹوٹنے لگتے ہیں۔ اور جسم حسن و عشق کے راکٹ پر سوار ہو کر جنت کی سمت اڑنے لگتے ہیں۔

سمجھا بھی موقع پر گوپال اٹھ کر کھڑا ہو گیا:

" ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔" گوپال نے اپنے دل کو سمجھایا۔

*

عشق اور شباب کے دن بڑے رنگین ہوتے ہیں اور بڑے ہی چٹپٹے اور مزیدار۔ جب جب یہ کرشمے ہوں بڑا مزا آتا ہے۔ آج دونوں سورج غروب ہونے سے پہلے ہی درختوں کی گھنی چھاؤں تلے بیٹھ گئے۔ شام گہری ہوتی جا رہی تھی۔ جب الطاف آبادی سے پرے نکل گئے تو قدرتی مناظر دیکھ کر دل مچلنے لگا اس کا۔
درختوں کے پتوں سے سورج کی کرنیں آنکھ مچولی کر رہی تھیں ہوا سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب ندی بہہ رہی تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی ڈھاب تھی۔ اور پانی کا گہرا کبھی کبھی ہوا ذرا تیرتی ہوئی پانی کی سطح کو چومتی ہوئی آگے نکل جاتی۔ نیچے ڈھاب کا پانی ہوا کی تیزی اور تندی سے لرز کر رہ جاتا۔ اور لہریں ایک دوسرے کا پیچھا کرنے لگتیں۔

گوپال کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ ہوا اس کی چھاتی کے بالوں سے کھیل رہی تھی۔ روپا اس کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ گوپال کی چوڑی چکلی چھاتی ایک پٹھان کی مانند تھی

آرہی تھی۔ کتنا سکون ملتا تھا اس چھاتی پر سر رکھ کر۔ مانو ساری زندگی کا سکون اسی چھاتی میں تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔؟"

"تمہاری طرف، تمہاری چھاتی کی طرف تمہارے ماتھے کی طرف تمہارے سڈول جسم کی طرف۔ جو ایک دیو ہیکل پہاڑ کی طرح میرا منہ چڑا رہا ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ تم اتنے پیارے اور خوبصورت ہو۔"

"تم میری خوبصورتی کی تعریف کرتی ہو اور اپنی خوبصورتی کو بھول جاتی ہو۔ میں تمہاری طرف دیکھتا ہوں تو چاند اور ستاروں کو بھول جاتا ہوں۔ اس وقت پہاڑ بھی تیرے آگے ہیچ لگتا ہے۔ جانتی ہو اس وقت میرا کیا جی چاہ رہا ہے۔؟"

"کہہ دو۔"

"نہانے کو جی چاہتا ہے اس دھوپ میں۔ بڑی گرمی ہے نا آج۔؟"

"تو نہالو۔ میں بھی نہاؤں گی۔"

"کیسے۔؟"

"جیسے لوگ نہاتے ہیں۔"

"تمہیں تیرنا آتا ہے۔؟"

"بچپن ہی میں بابا نے سکھا دیا تھا۔ مچھلی کی طرح تیرتی ہوں گویا پانی میں پکڑنا چاہو گے تو پکڑ نہ سکو گے۔"

"یہ تو بیدھڑک کہتی ہو۔ پہن لو اسے۔"

"لاؤ نا!"

روپا نے بیدرنگ کا ٹوپ پہن لی۔

پھر پانی میں دھم سے گرنے کی آواز آئی۔ گوپال نے نیچے دیکھا۔ ڈھا بیں ایک اچھال سی آئی۔ پھر ایک دم گہرا سناٹا چھا گیا۔ روپا نہ ابھری۔ گوپال کا دل دھک سے رہ گیا۔ کنارے کی طرف دیکھا۔ تو روپا کا چہرہ ابھرا۔ اس کے چہرے پر پانی کے قطرے لرز رہے تھے۔ موتیوں کی طرح روپا وہیں سے اشارے کر رہی تھی۔ آؤ نا۔"

گوپال نے جانگیہ پہن کر پانی میں چھلانگ لگائی۔ اب دونوں گہرے پانی میں تیرے۔ گوپال روپا کا پیچھا کر رہا تھا۔ روپا کہاں اس کے قابو میں آنیوالی تھی۔ ہمیشہ اس کے آگے ہی رہتی۔ گوپال روپا کو پچھاڑنے کی کوشش کرتا۔ مگر وہ تڑپ کر۔ بل کھا کر۔ اس کی بانہوں سے نکل جاتی کبھی ایسا غوطہ لگاتی کہ کئی منٹوں تک اس کا پتہ نہ چلتا۔ اچانک۔ بہت دور جا کر اپنا چہرہ نکالتی اور انگوٹھا دکھاتی پھر چلا کر کہتی۔ "پکڑو تو جانوں۔"

اس بار تو گوپال نے ٹھان لی۔ کہ روپا کو پکڑ کر دم لوں گا۔ اس نے پوری قوت سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ اب وہ روپا کے قریب آ گیا ایک بار تو اس کا ہاتھ روپا کی پیٹھ پر پڑا۔ روپا تڑپ کر آگے نکل گئی۔ گوپال نے پوری قوت کے ساتھ ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے اور آگے بڑھا۔ اور جلدی سے روپا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ ہاتھ مضبوطی سے

پڑا تھا۔ روپا کی کمر اس کی باہنہ میں آگئی۔ روپا نے اپنے چھڑانے کی بہت کوشش کی۔ خوب لاتیں ماریں۔ جب لاتوں سے کچھ نہ ہوا تو پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔ مگر کمر کے گرد گوپال کا بازو اژدہا کی مانند لپٹ گیا۔ گوپال نے روپا کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ چیخی چلائی۔ گوپال نے اور کھینچا۔ دونوں کے جسم ایک ساتھ تھے۔

"اے بے شرم۔"

"اب قابو میں آئی ہو۔ بھاگ کر دکھاؤ۔"

"چھوڑ دو مجھے۔ چھوڑ دو مجھے۔ نہیں تو ڈوب جاؤنگی۔"

"ڈوبنے نہیں دونگا روپا۔ اب ڈوبیں گے۔ تو اکٹھے ہی۔" گوپال نے ہنس کر کہا۔

کتنا نرم اور ملائم جسم تھا روپا کا۔ مکھن کی طرح ملائم۔ رنگوں سے زیادہ رنگین چاند اور سورج سے زیادہ حسین۔

"اب تم بھاگ نہیں سکتیں۔"

"میں کب بھاگی تھی۔ تمہارے پاس آئی ہوں۔ سنبھال کر رکھو گے نا۔"

"اپنی جان سے زیادہ سنبھال کے رکھونگا۔"

وہ اس کے ساتھ لپٹ سی گئی۔ پانی ٹھنڈا تھا۔ مگر دونوں کے جسم گرم تھے۔ دونوں تیر رہے تھے۔ دو آزاد انسان۔ دوپہر بھی۔ زمانے کی بندشوں سے آزاد اونچ نیچ۔ ذات پات۔ کے جھگڑوں سے بہت دور کون بڑا ہے اور کون چھوٹا۔ کون امیر ہے۔ اور کون غریب۔ کون بیرا ہے اور کون

تیرا۔ کس کا جھونپڑا ہے اور کس کی حویلی۔ کون باپ اور کون بیٹیا۔ کس کی عزت اور کس کا خاندان۔ یہ سب جھوٹ تھا۔ محض فریب تہذیب اور تمدن اور حکومت کے بنائے ہوئے قوانین۔ اس جنگل پانی میں تیرتے ہوئے دونوں خوش تھے۔ اچانک گوپال کا ہاتھ ناف سے پھسل کر روپا کی چھاتیوں تک آ گیا۔

"اے وحشی۔" روپا نے اتنے زور کا جھٹکا دیا کہ گوپال کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ اور ایک مشاق تیراک کی طرح پانی کو چیرتی ہوئی کنارے کی طرف نکل گئی۔

گوپال نے بلانے کی کوشش کی۔ مگر روپا واپس نہیں آئی۔ وہ روپا کی طرف دیکھتا رہا۔

اب اندھیرا ذرا بڑھ گیا تھا۔ کنارے پر پہنچکر وہ سیدھی کپڑوں کی طرف بھاگی۔ اندھیرے میں ایک جوان سڈول اور حسین جسم چیر کر آگے بڑھ گیا۔ اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے زندگی میں سب سے پہلی بار ایک حسین لڑکی کو دیکھا۔ اب تو وہ درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو چکی تھی۔

یہ جسم تھا یا بجلی کا کوندا۔ شعلے کی لپک یا آنکھوں کی چمک یا کوئی ٹوٹا ہوا ستارہ جو فضا کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔

جب گوپال روپا کے پاس پہنچا۔ تو وہ کپڑے پہن کر گٹھری بنی بیٹھی تھی۔

"روپا۔"

وہ چھوئی موئی کی طرح دوہری ہو گئی۔

"میری طرف دیکھو۔"

"لاج آتی ہے۔ کپڑے پہن لئے تم نے۔"

"نہیں تو۔"

"تو پہن لو نا کپڑے۔"

گوپال نے جلدی سے کپڑے پہنے اور پھر روپا کے پاس بیٹھ گیا۔

"شرما رہی ہو مجھ سے۔ روپا۔"

"ہائے...... مجھ سے کچھ نہ کہو اس وقت۔"

"کیوں۔؟"

"تم نے مجھے ننگا جو دیکھ لیا ہے نا۔"

"تو کیا ہوا۔؟"

"آج تک مجھے کسی نے اس طرح نہ دیکھا تھا۔ آج سے میں بالکل تیری ہو گئی۔ بالکل تیری۔ بالکل تیری ٹھاکر۔"

"اس سے پہلے بھی تم میری تھیں۔ آج سے بالکل میری ہو گئیں۔ بالکل میری۔ بالکل میری۔"

روپا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

✽

شبیر سنگھ اپنے ڈرائینگ روم میں لیٹے ہوئے مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے۔ کہ اتنے میں منشی جی داخل ہوئے۔

"کچھ پتہ چلا روپا کا۔؟"

"کیا عرض کروں حضور۔ شہر کا چپہ چپہ چھان مارا۔ کہیں نہیں ملی روپا۔ نزدیک گاؤں میں آدمی بھیجے۔ وہاں سے کوئی سراغ نہ ملا۔ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ روپا کو زمین نگل گئی۔ یا آسمان کھا گیا۔"

"اس کے باپ کا بھی کچھ پتہ نہیں چلا۔؟" شبیر سنگھ نے زمین پر لات مار کر کہا۔

"نہیں سرکار۔"

"تو یہاں کیا کرنے آئے ہو۔؟ تم جانتے ہو جس چیز کی ہم خواہش کرتے ہیں۔ اگر وہ نہ ملے۔ تو ہماری کیا حالت ہوتی ہے۔؟"

"جانتا ہوں۔ مائی باپ۔ حضور ایک عرض کروں۔؟"

"کہو۔"

"اس شہر میں ایک نئی ناچنے والی لڑکی آئی ہے حضور۔ کیا صورت پائی ہے۔ چاند بھی دیکھ کر شرما جائے۔ نام نیلم ہے حضور۔ اگر سرکار کی طبیعت زیادہ ناساز ہو تو آج کی رات بلوا لوں اسے۔؟"

"ارے کمبخت تم ہمارے دل کی حالت نہیں جانتے۔ جب سے روپا کو دیکھا ہے۔ راتوں کی نیند اڑ گئی ہے منشی۔ دن کو چین نہیں ملتا۔

کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا۔ تم نے شاید عشق نہیں کیا منشی ؟"

" سچ کہتے ہیں آپ حضور کبھی نہیں کیا۔ خدا بچائے اس موذی بیماری سے۔ یہ تو امیر لوگوں کا روگ ہے جناب۔ آپ جیسے بڑے لوگ اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ہم تو آپ کی جوتیوں کی خاک ہیں۔ ایک بیوی اور چھ بچوں کو پال لیں تو حضور کا شکر بجا لائیں۔

" ہاں منشی تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ بیماری بڑی خطرناک ہے۔ نہ جانے دل کو کیا ہو جاتا ہے۔ اپنے قابو میں رہتا ہی نہیں۔ تصویر یار آنکھوں کے سامنے گھومتی ہے۔ نگاہیں بار بار روپا کو ڈھونڈتی ہیں۔ لیکن وہ تو ہمیں دھوکا دیکر چلی گئی۔ ہم کیا کریں۔ کس کو اپنا دکھڑا سنائیں یہ ہلکا ہلکا سا درد جو سینے میں اٹھتا ہے۔ اس کا کیا علاج کریں۔"

" وید جی کو بلواؤں حضور۔"

" پاگل۔ اگر ڈاکٹروں اور ویدوں کے پاس اس بیماری کا علاج ہوتا۔ تو مجنوں جنگل میں مارا مارا نہ پھرتا۔ یہ بیماری لا علاج ہے منشی۔"

" ایسی بات نہ کہیئے حضور۔ آپ جلد تندرست ہو جائیں گے۔ سنا ہے بمبئی میں اس کا علاج ہے۔"

" تم بمبئی کی بات کر رہے ہو۔ ساری دنیا میں اس بیماری کا علاج نہیں ہے۔ اس کا علاج ہے تو صرف ایک۔ کہ روپا ہمیں مل جائے۔ ہم بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"تو حضور اگر اجازت دیں۔ تو اپنے آدمی پھیر دوڑا دوں۔ شہر کے چاروں طرف۔"

"ہم تمہیں ایک بات بتاتے ہیں منشی۔"

"فرمایئے حضور۔"

"ہمارا دل کہتا ہے منشی۔ یہ لڑکی گوپال کے پاس ہے۔"

"بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں آپ حضور۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"دیکھو منشی۔ جس طرح ہم پولیس ساتھ لیکر روپا کو لانے گئے تھے۔ اور روپا نے پولیس انسپکٹر کے سامنے کہہ دیا۔ کہ وہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ زبردستی نہیں لائی گئی تو ہم اسی دن سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ضرور۔"

"یہ تو بہت گڑبڑ گھٹالا ہے۔ جناب۔"

"لیکن بات بہت اچھی ہے۔ ہمارے فائدہ کی۔"

"مطلب سمجھا نہیں آپ کا حضور۔"

"یہ تو جانتے ہو نا۔ کہ اس شہر میں ہمارا جانی دشمن کون ہے۔؟"

"ٹھاکر امراؤ سنگھ حضور۔ اسے کون نہیں جانتا۔"

"ٹھاکر امراؤ سنگھ کو ہم نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ کمبخت ہم سے زیادہ عقلمند ہے۔ ہر بار ہمیں شکست دے جاتا ہے۔ لیکن اس کا لڑکا گوپال بدھو ہے۔ ہمارے خیال سے یہ دونوں ایک دوسرے سے پریم کرتے ہیں۔"

"کون حضور۔؟"

"ارے بدھو گوپال اور روپا۔"

"یہ لونڈا اروپا کے عشق میں رسوا ہوگا۔ اور بری طرح بدنام ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ امراؤ سنگھ کی عزت خاک میں مل جائے اور وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ شہر کا ہر شخص اس پر تھو تھو کرے۔ اور سارے شہر میں ہماری عزت بڑھے۔"

"بالکل ٹھیک حضور۔"

"تم ابھی تک کچھ نہیں سمجھے۔ واقعی تم گدھے کی اولاد ہو۔"

"بے شک حضور۔ گدھا نہ ہوتا تو آپ کے ہاں نوکری کرتا۔"

"شاباش منشی۔ اگر چاپلوسی کا فن کسی کو سیکھنا ہو۔ تو تم سے بہتر اور کوئی استاد نہ ملے گا۔ زمانہ سازی کے گردل کو تم نے گھول کر پی لیا ہے۔"

"حضور کی صحبت سے فیض اٹھایا ہے۔ ورنہ بندہ ناچیز ناکندہ تراش کس کھیت کی مولی ہے۔"

"بہت خوب منشی جی ہم سمجھتے تھے۔ تم نرے بدھو ہو۔ آج معلوم ہوا کہ تم نے ذہانت کے اوپر بیوقوفی کا خول چڑھا یا ہوا ہے اور بیوقوف بنکر خوب فائدہ اٹھا رہے ہو۔ ہم تم سے بہت خوش ہوئے اس لئے کام تمہیں ہی کرنا پڑیگا۔ کسی اور کے سپرد نہیں کرونگا۔"

"حضور کی عنایت کا شکریہ۔"

"دیکھو منشی..... روپا کو لے آؤ گے تو ہم ایک وار میں دو شکار کرینگے ایک اپنی خواہش کی تکمیل ہوگی۔ اور دوسرا امراؤ سنگھ سے انتقام بھی لے لیں گے۔ کتنا سستا سودا ہے۔"

"اب معاملہ کھل کر آیا ہے۔ میرے سامنے حضور۔ میں تو سمجھتا تھا۔ کہ آپ ایک معمولی سے عاشق ہیں۔ جیسے کہ اکثر امیر آدمی ہوتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ اس کے پیچھے ایک بڑی سنجیدہ بھاؤنا ہے۔ یعنی انتقام کی خواہش۔ دشمن کو شکست ــــ دینا ــــ اس کو ذلیل و خوار کرنا۔ کس انداز سے آپ نے شطرنج کی چال چلی ہے حضور اس کی داد دینی پڑیگی۔ حضور بھی چانک سے کم نہیں ہیں۔"

"تو آج سے جٹ جاؤ اس کام میں منشی۔ منہ موتیوں سے بھر دونگا۔ کتنا ہی عرصہ لگے۔ کتنے ہی روپے خرچ ہوں۔ بے فکر ہو کے خرچ کرو۔ اور ہماری روپا کو ہمارے سامنے لاؤ۔"

"آپکا حکم سر آنکھوں پر سرکار۔" منشی نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

؁

۵

اگلے دن کھڑک سنگھ اور اس کی بیٹی اُرملا پہنچ گئے۔ گھر میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔

ٹھاکر کھڑک سنگھ کی عمر ساٹھ برس کی ہو گی۔ چھوٹے قد کے تھے۔ جسم کافی موٹا تھا۔ گال زیادہ وہسکی پینے سے پھولے ہوئے اور سرخ تھے۔ گرجدار آواز پائی تھی۔ مزاحیہ انداز میں بات کرتے۔ لطیفوں اور چٹکلوں سے محفل کو گرما دیتے۔ بیوی کو مرے ہوئے تقریباً پندرہ برس گزر گئے تھے۔ بس ابھی اسی انتظار میں تھے کہ کب ان کی جوان لڑکی کی شادی ہو جائے تو وہ دوسری شادی کر لیں۔ بس یہی اکلوتی لڑکی تھی۔ جس پر جان چھڑکتے تھے۔ بیوپار اچھا خاصہ تھا۔ ایک دو فرموں کے ڈائریکٹر، دو تین فیکٹریوں کے مالک۔ یعنی روپے کی ریل پیل تھی۔

ارملا جب پندرہ برس کی تھی۔ تو اسے پڑھائی کے سلسلہ میں لندن بھیج دیا تھا۔ ارملا کو جب کنور لک سنگھ نے گوپال سے ملایا تو گوپال کو یوں محسوس ہوا کہ وہ ایک ایسی عورت سے مل رہا ہے۔ جو اپنے شباب کا زیادہ حصہ یورپ کی عشرت گاہوں اور میکدوں میں صرف کر چکی ہے۔ ارملا کا ڈیل ڈول پتلا تھا۔ ذرا دبلی پتلی سی عورت۔ گوری رنگت۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی سی لانبی لانبی سی ٹانگیں۔ جو ٹائٹ پینٹ میں اچھی نہ لگتیں۔ ڈریس ایسی پہنتی جس میں اس کے جسم کے تیکھے نقش ابھر کر آتے۔ بال چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ جب ہوا چلتی۔ تو شانوں پر بکھر سے جاتے۔ بات کرتے کرتے ہونٹوں پر زبان پھیرتی۔ ہونٹ نازک تھے۔ آواز مہین تھی۔ اور بے چینی میں انگریزی خالص گفتگو کرتی۔

مادھوری اور رکمنی کو ارملا پسند آئی۔ ملاقاتوں کے بعد مادھوری نے بیٹی کو خط لکھا تھا کہ اب تم آجاؤ۔ کب تک بچے نہیں ہوگی۔

دراصل مادھوری چاہتی تھی کہ جلدی یہ معاملہ طے ہو جائے تو وہ گھر چلی جائے۔

گوپال کی ماں نے رکمنی کو سمجھا دیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ ارملا میں نقص نکالنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری جلدی شادی ہو جائے تو پہلے اپنے بھائی کی شادی ہونے دو ـــــ اس کے بعد تیری باری آئیگی۔ رکمنی یہ سنکر خاموش ہوگئی۔

ارملا کی عمر تیس برس کے قریب تھی یہی بات سب کو اچھی نہ لگی۔
امراؤ سنگھ کو ارملا پسند تھی۔ دراصل امراؤ سنگھ نے کھڑک سنگھ کی جائداد دیکھی۔ اگر گوپال اور ارملا کی شادی ہو جائے تو گوپال کی زندگی آرام سے کٹ جائیگی۔ اتنا مالدار اور اونچا گھرانہ کہاں ملے گا ــــ روپوں پیسوں کی وجہ سے ہر عیب چھپ جاتا ہے۔ بس وہ ایسے موقعہ کی تلاش میں تھے۔ کہ گوپال سے پوچھ کر منگنی کی بات جیت پکی کر دی جائے۔ یوں گوپال کے سوا گھر کے ہر شخص نے ارملا کے لئے ہاں کر دی تھی۔
کھڑک سنگھ آزاد قسم کے انسان تھے۔ انہوں نے اس بات پر کبھی دھیان نہ دیا کہ گوپال اور ارملا آپس میں ملتے ہیں۔ یا نہیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا۔ یا نہیں۔
انہیں امراؤ سنگھ کا خط ملا اور وہ بمبئی کو لیکر چلے آئے۔ چلو چند دن ایک چھوٹے سے شہر میں گزارینگے۔ اوٹینگ ہو جائیگی۔ ارملا کا دل بہل جائیگا۔ اگر ارملا نے گوپال کو پسند کر لیا۔ تو ارملا کی سگائی کر دینگے۔ روپوں والوں کے لئے شادی بیاہ کی زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ زندگی کی ساری خوشیاں روپوں سے خریدی جاتی ہیں کون ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر مغز مارے۔
ارملا مغربی تہذیب کی دلدادہ تھی۔ منہ میں سگریٹ رکھے ہو اور کش پر کش لگاتے ہوئے۔ یوں گھومتی جیسے نغلیط ہوا کو پلوٹز کر رہی ہو۔ نوکرانیاں دیکھتیں تو منہ پھیر لیتیں۔

امراؤ سنگھ کے مزاج سے سب ہی واقف تھے۔ اگر کسی نے ایک فقرہ بھی ان کے خلاف کہہ دیا تو نوکری سے ہاتھ دھونے پڑینگے اس لئے گھر کے نوکر خاموش رہتے۔

ارملا جب چست پینٹ اور قمیص پہن کر گھر سے باہر نکلتی۔ تو حویلی کے نوکر چاکر حیران سے رہ جاتے۔ ہائے یہ لڑکی ہے۔ یا لڑکا۔"

شام گڈھ نئی تہذیب و تمدن سے ذرا دور ہی تھا۔ یہاں کے لوگوں نے اس قسم کی عورتوں کو نہ دیکھا تھا۔ جو ارملا کو دیکھتا دیکھتے ہی رہ جاتا۔

ایک دو بار گوپال اور ارملا گھر سے باہر گئے۔ ان کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ ہلکا ہلکا سا اندھیرا تھا۔ گوپال کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا۔ کہ وہ اس سے کیا کہے۔ ارملا اس کی مہمان تھی۔ اسے اس لئے بلوایا گیا تھا۔ کہ اگر دونوں ایک دوسرے کو پسند کرلیں۔ تو فوراً سگائی کردی جائے۔ گوپال کے والدین کو یہ لڑکی پسند تھی۔ رکمنی اور رملا دھوی کو بھی۔

وہ چپ چاپ ارملا کے ساتھ چل رہا تھا۔ کہ اچانک ایک جگہ ارملا رک گئی۔

"یہاں بیٹھ جائیں۔؟"

دونوں بیٹھ گئے۔

ہری ہری گھاس مخمل کی طرح بچھی ہوئی تھی۔ گراؤنڈ میں درخت

آسمان کی طرف نگاہ کئے ہوئے تھے کبھی کبھی کوئی پرندہ اپنے پر پھڑپھڑانے لگتا تو آواز سے دونوں چونک جاتے۔ اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے۔

"جب سے میں یہاں آئی ہوں من شانت سا رہتا ہے گوپال۔"

"یہاں کی آب و ہوا ایسی ہی ہے۔"

"لندن میں اس طرح نہیں ہوتا۔ جب شام ہوتی ہے نوجوان لڑکے لڑکیاں پب میں چلے جاتے ہیں"

"کیا کرتے ہیں وہاں۔؟"

"بیر پیتے ہیں۔ گپیں ہانکتے ہیں۔ ناچتے ہیں۔ شور مچاتے ہیں۔ یہاں کچھ نہیں ہوتا۔ اب تم ہی میرے پاس بیٹھے ہو۔ میں تمہارے ساتھ اکیلی آئی ہوں۔ اور تم"

وہ اس کی طرف دیکھنے لگی

سچ کہتی ہوں اگر میں لندن میں ہوتی۔ اور اس طرح کسی ینگ مین کے ساتھ اکیلی آتی۔ تو نہ جانے وہ کیا کرتا۔"

"کیا کرتا۔؟"

"سب سے پہلے وہ میرا ہاتھ پکڑتا۔"

"پھر۔"

"تو یہ بھی بتانا پڑیگا۔ کہتا ــ ڈارلنگ۔ کیا میں کس (ڈوئز کا) کر سکتا ہوں۔ اور میرا جواب سننے سے پہلے ہی وہ میرے بوسے لے لیتا۔

مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیتا۔"

"اور کیا کرتا۔؟"

"اور نہ جانے کیا کرتا۔"

"لڑکیاں کچھ نہیں کہتیں۔؟"

"بالکل کچھ نہیں۔ بلکہ وہ خوش ہوتی ہیں۔ اور چاہتی ہیں۔ کہ لڑکے ان سے عشق کریں۔ انہیں کچھ اس قسم کی زندگی پسند ہے وہ چاہتی ہیں۔ کہ لڑکے ان سے پیار کریں۔ ان سے محبت کریں۔ دور دور کی محبت انہیں پسند نہیں۔ بلکہ حقیقی محبت۔ اب تم ہی بتاؤ تم میرے کتنے قریب ہو۔ اور اس وقت ہاتھ باندھے ہوئے بیٹھے ہو۔" یہ کہہ کر وہ ہنس پڑی۔

بڑی پیاری ہنسی تھی ارملا کی۔

"یہاں آکر واقعی جی چاہتا ہے۔ کہ انسان مندر میں جائے اور گھنٹی بجائے۔ مجھے یہاں آئے چند دن ہوئے ہیں۔ بس میرا جی چاہتا ہے۔ کہ سفید سی ساڑھی پہن کر ماتھے پر ٹیکا لگا کر اور جوگن بن کر تالیں بجاتی رہوں کیسی لگوں گی۔ جوگن بن کر کیوں گوپال۔؟"

"اچھی لگو گی۔ مگر تن پر کپڑے پہن کر عورت جوگن نہیں بن جاتی۔ جوگ کو بھی پہننا پڑتا ہے۔ ارملا۔"

"من بڑا چنچل ہے میرا گوپال۔ بڑے دکھ اٹھائے ہیں میں نے۔

لیکن مجھے افسوس نہیں ۔ جو کچھ میں نے کیا۔ اپنی مرضی سے کیا۔ دوسروں کی بات نہیں سنی۔ ہمیشہ اپنی بات کی۔ اس لیے مغرب چھوڑ کر جب مشرق کی طرف لوٹی ہوں تو من کی کامنائیں پوری کر کے آئی ہوں۔ تم سے جھوٹ کیوں بولوں۔"

"اچھی خاصی ہندی بول لیتی ہیں آپ۔؟"

چار سال سے ہندی سیکھ رہی تھی۔"

"واپس لندن جانے کا ارادہ نہیں۔؟"

"بالکل نہیں۔"

"جہاں کی مٹی ہوتی ہے۔ وہیں انسان کو کھینچ لاتی ہے ... جی چاہتا ہے۔ کہ تم سے کہہ دوں۔ کہ میں بڑی پاپن ہوں۔"

"پاپ اور پن کے چکر میں تمہاری ایسی لڑکی کیسے پھنس گئی؟"

"تمہارے سامنے گناہوں کا اعتراف کر لوں تو جی ہلکا ہو جائیگا۔ گوپال۔"

'اپنے سارے دکھ مجھے دینا چاہتی ہو۔ میں کوئی دیوتا تو نہیں۔ اتنا بوجھ کیسے اٹھاؤنگا۔؟"

"نہ جانے یہاں آکر مجھے کیا ہو گیا۔ اتنی تبدیلیاں کیسے آگئیں۔ تمہیں دیکھ کر جھوٹ بولنے کو جی نہیں چاہتا۔"

جو کچھ تم نے کہا اور ملا۔ وہ ایسی برائیاں نہیں۔ جو ہمارے یہاں نہ ہوتی ہوں ـــ فرق صرف یہ ہے کہ تم نے اعتراف کر لیا۔

اور ہم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تم نے اعتراف کر کے اپنے آپکو اور اونچے سنگھاسن پر بٹھا لیا۔ اور میں اپنے من کی میل کو تیرے سامنے نہ رکھ سکا۔"

"نہ جانے تمہیں دیکھ کر میرا من کیوں مچل اٹھتا ہے۔ جانتے ہو اس وقت میرا جی کیا چاہ رہا ہے۔؟"

"کیا۔؟"

"تم مجھ سے پیار کرو۔ تم مجھے اپنی باہوں میں لے لو۔ اپنے سینے سے لگا لو۔ میرے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرو۔ میرے جسم کا ہر حصہ تمہیں اپنے اندر سمٹنا چاہتا ہے۔ مجھے لے لو اپنی باہوں میں گوپال۔ اب لے لو مجھے اپنی باہوں میں۔"

"اتنی جلدی۔؟"

"ہاں۔ ہاں۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ میں جیون کے ہر لمحے سے پیار کرتی ہوں۔ اور جیون اسی طرح گزارنا چاہتی ہوں۔ کہ اس کے ہر چھن سے خوشی اور سکھ کی خوشبو آئے۔ میری بات مان جاؤ گوپال۔"

"ابھی تم جوگن بن رہی تھیں — اور اب واسنا کا مجسمہ بن گئی ہو۔!"

"ہاں واسنا ہی سب کچھ ہے گوپال۔ باقی سب کچھ جھوٹ اور فریب ہے۔ واسنا ہی حقیقت ہے۔ واسنا ہی خوشی ہے۔

واسنا ہی مسرت ہے۔ واسنا ہی نیکی ہے۔ واسنا ہی شرافت ہے۔ واسنا ہی تہذیب ہے۔ باقی سب کچھ بکواس بے معنی۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور گوپال کے سامنے تن کر کھڑی ہوگئی۔

"کیا چاہتی ہو۔؟"

اس نے اپنی قمیص کے بٹن کھول دئے۔ اپنی مرمریں بے داغ گوری گوری چھاتیوں کو اس کے آگے کر دیا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا۔ تمہارے اندر اتنا زہر ہے۔"

"یہ زہر نہیں امرت ہے گوپال۔"

"اگر تم امرت ہو تو زہر کس بلا کا نام ہے۔ اگر تم خوشی ہو تو غم کہاں ملے گا ــــ اگر تم نیکی ہو۔ تو بدی کہاں ہے۔ اگر تم شرافت ہو تو ذلالت کا شبد ڈکشنری سے کاٹ دینا چاہیئے۔ اگر تم جوگن ہو۔ تو ناگن کس بلا کا نام ہے۔ واپس گھر چلو گی یا یہیں ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔؟"

"یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا۔"

"تو میں جاتا ہوں۔ جانے سے پہلے ایک عرض کر دوں اس علاقے میں بھیڑیئے بہت ہیں۔ ذرا سی دیر ہو گئی نا۔ تو وہ کچا چبا جائینگے۔ اور تمہارے ڈیڈی کو تمہاری ہڈیاں بھی نہیں ملیں گی۔"

"اوہ ڈیئر ــــ ڈیئر ــــ مجھے اکیلی چھوڑ کر نہ جاؤ۔ نہ جاؤ

ڈارلنگ: نہ جاؤ ــــ ڈارلنگ میرے من کی واسنا ابھی کلی تھی۔ اب پھول بن گئی ــــ تیرے چرنوں میں اسے بھینٹ کرتی ہوں۔ قبول کر لو۔ میرے دیوتا۔"

گوپال تیزی سے چلنے لگا اور ارملا اس کے پیچھے بے تحاشہ بھاگی۔

☆

تین دن سے گوپال روپا سے نہ ملا تھا۔ شام کا وقت تو ارملا کے ساتھ گزارنا پڑتا۔ عجیب قسم کی مہمان نوازی تھی۔ اسے معلوم تھا۔ کہ روپا بری طرح جلی بھنی بیٹھی ہو گی۔ دیکھتے ہی برس پڑے گی۔

جب وہ چینی لال کے گھر میں داخل ہوا۔ تو پتہ چلا۔ کہ روپا گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ برس پڑی۔

"بابا نے ٹھیک کہا تھا۔ کہ تم مجھے دھوکا دو گے۔"

"دھوکا کس نے دیا۔؟"

"تم نے۔"

"کیسے۔؟"

"کیا کرتے رہے ہیں دن تک۔ آئے کیوں نہیں۔ ادھر کسی اور سے آنکھ لڑائی۔

"روپا۔"

گوپال نے آگے بڑھکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ردپا نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی ـــ گوپال نے ہاتھ نہیں چھوڑا۔ ردپا نے اس کی بانہہ کاٹ لی۔

"ارے ارے پاگل ہو گئی ہو کیا۔؟"

"ہاں۔ ہاں۔ پاگل ہو گئی ہوں۔ میں پوچھتی ہوں مجھے یہاں لانے سے کیا فائدہ۔ اس گھر بیمار رکھنے سے کیا فائدہ۔ میں جانتی ہوں تم کیا کرو گے۔

"کیا۔؟"

"مجھے چھوڑ دو گے اور کیا۔؟"

"تم سے کس نے کہا۔؟"

"میرا من کہتا ہے۔ اور تمہاری حرکتیں بتاتی ہیں۔ مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا۔ تمہاری منگنی ہو نیوالی ہے۔"

"کس سے۔؟"

"ایک امیر لڑکی سے۔ جو پیرس اور ولایت گھوم کر آئی ہے۔"

"کون ہے وہ لڑکی۔؟"

"تمہارے گھر ٹھہری ہوئی ہے۔ اونچے خاندان کی ہے۔ امیر ہے۔ جو کچھ تمہارے پتاجی چاہتے ہیں۔ اس کے پاس ہے۔"

"نہیں کس نے بتایا۔؟"

"بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا میری آنکھیں پھوٹی ہوئی

ہیں۔ کہ تم دونوں کو آتے جاتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"اوہ۔"

"اب تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے۔"

"پھر کس سے کرونگا۔؟"

"اس کٹنی سے۔ میں اس کی جان لے لونگی۔"

"میں سمجھ گیا۔ یہ آگ کس نے لگائی ہے۔ یہ سب چنی کا کیا دھرا ہے۔"

"اپنے دوست کو کیوں بدنام کرتے ہو۔ وہ تو نیکی کا فرشتہ ہے۔"

"اور میں۔؟"

"بدی کے بادشاہ۔"

"میری بات سنوگی یا اپنے ہی ڈائیلاگ بولتی جاؤگی۔"

"تمہاری باتیں سن چکی۔ اب مجھے جانے دو۔"

"کہاں۔؟"

"واپس بابا کے پاس۔"

"بابا تو چلے گئے۔"

"میں ڈھونڈھ لوں گی۔ انہیں۔"

"کیا چاہتی ہو تم۔؟"

"یہ اپنے آپ سے پوچھو۔"

"بتاؤ تو۔"

"میں تمہارے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارے سنگ

رہنا چاہتی ہوں۔ میں تمہارے بچوں کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ میں ایک نہیں چھ بچے پیدا کرنا چاہتی ہوں۔ اور وہ ہوں گے تمہارے بچے۔ کسی دوسرے کے نہیں۔ سنا تم نے۔"

یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اور روتے روتے کہنے لگی۔" میں غریب ہوں نا۔ اس لئے تم میرے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو۔ میرا کوئی نہیں نا۔ اسی لئے تین تین دن غائب رہتے ہو۔ میرا ایک ہی سہارا تھا۔ اسے بھی تم نے مجھ سے الگ کر دیا۔ اب میں کہاں جاؤں۔ کس سے فریاد کروں۔ کس سے شکایت کروں۔" اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

" اچھا۔ اب چپ کر روپا۔"

" نہیں چپ کرتی۔" روپا نے زور زور سے روتے ہوئے کہا۔

" چل میرے ساتھ۔"

" کہاں۔ ؟"

" مندر میں۔"

" کیا کرنے۔ ؟"

" میں تیرے ساتھ شادی کرونگا۔ کسی پنڈت کے سامنے۔ چلوگی نا۔ ؟"

" اچھے کام کے لئے کیوں نہیں چلوں گی۔"

" اب تو خوش ہو جا۔ لا اپنا ہاتھ۔"

"ہاتھ نہیں لگانا۔ نہیں تو کاٹ کھاؤنگی۔" پہلے شادی کرو۔ پھر ہاتھ لگانا۔ جھوٹے کہیں کے۔ چلو اسی وقت پوچھتی ہوں۔ تم میرے ساتھ شادی کرتے ہو۔ یا نہیں۔"

٭

دونوں مندر میں داخل ہوئے۔ خوش قسمتی سے پنڈت جی موجود تھے۔ اور اس وقت مندر میں ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ گوپال نے پنڈت جی سے کہا کہ وہ دونوں کا گندھرب دواہ کرا دیں۔ پنڈت جی پہلے تو ہچکچائے۔ پھر گوپال کے زور دینے پر راضی ہو گئے۔ انہوں نے بھگوان کرشن کی مورتی کے سامنے ایک دوسرے کو پتی اور پتنی مان لیا۔ پنڈت جی نے روپا کے ماتھے پر تلک لگایا۔ اور اس کی مانگ میں سندور بھرا اور ساتھ ہی کہا۔

"آج سے تم دونوں بھگوان کرشن کے سامنے قسم کھا کر پرن کرتے ہو۔ کہ تم دونوں آج سے پتی پتنی ہو۔ اور جیون بھر ایک دوسرے کا ساتھ دوگے ــــ اور ایک دوسرے کے ساتھ دکھ میں شریک ہوگے۔ سدا سہاگن رہو بیٹی۔"

جب یہ شبد پنڈت جی کہہ چکے۔ تو روپا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ــــ وہ گوپال کے سینے سے چمٹ گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ایسے شبھ موقعہ پر روتے نہیں روپا۔" گوپال نے روپا کے جذبات کو سمجھتے ہوئے کہا۔

"مجھے امید نہیں تھی گوپال کہ تم مجھ سے شادی کرو گے۔ یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ غم کے نہیں۔ میں اس وقت کتنی خوش ہوں۔ یہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ تم نے بھگوان کے سامنے مجھے اپنی پتنی بنا کر ہمیشہ کے لئے خرید لیا۔ آج سے میرا یہ جسم۔ میری آتما تیرے حوالے ہے۔ آج سے تم میرے پرماتما ہو۔ میرے ٹھاکر۔"

اس خلوص۔ محبت۔ اور ایثار کو دیکھ کر گوپال کا ہر رواں خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے۔ یہ آنسو جو دل کی گہرائیوں سے نکلے تھے۔ اور آنکھوں سے موتی بن کر ڈھلکتے تھے۔ روپا کو اپنا بنا کر اس کے دل میں جو شک اور شبہات تھے۔ وہ دور ہو گئے اب وہ اس دن کے انتظار میں تھا۔ کہ جب ٹھاکر امراؤ سنگھ روپا کو اپنی بہو مان لیں گے اس وقت دونوں نے مناسب یہی سمجھا۔ کہ اس شادی کو راز میں رکھا جائے۔ کسی سے ذکر نہ کیا جائے۔ اور جب موقعہ ملے تو اس راز کو فاش کیا جائے۔

مندر سے نکل کر جب گوپال نے روپا کو چینی کے گھر کی طرف روانہ کیا تو اس وقت اس نے کہا۔

"چینی اور بھابی کو ابھی اس شادی کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔"

روپا نے سر ہلا دیا اور چینی کے گھر کی طرف چل دی۔

٭

اس بیاہ کے دو دن بعد ایک شاندار پکنک میں عجیب و غریب واردات ہوئی جس نے گوپال اور روپا کی قسمت کو پلٹ دیا۔ اس پکنک میں بہت سے لوگ شامل تھے۔ لڑکے لڑکیاں ہنس کھیل رہے تھے ارملا اپنے پتا کے ساتھ آئی تھی۔ رکمنی اور مادھوری بھی تشریف فرما تھیں۔ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ بوڑھوں نے اپنی الگ محفل جمائی ہوئی تھی۔ اور نوجوان رنگ رلیاں منا رہے تھے۔

اس موقعہ پر چینی لال کے ساتھ ایک نوجوان داخل ہوا اور چینی نے اس کا تعارف سب سے کرایا۔ جب چینی ارملا کے پاس پہنچا تو ایک لمحے کیلئے ارملا اس نوجوان کا تعارف سب سے کرایا۔ جب چینی ارملا کے پاس پہنچا۔ تو ایک لمحہ کے لئے ارملا اس نوجوان کو دیکھ کر ٹھٹھک سی گئی۔ کتنا خوبصورت نوجوان ہے۔ نوجوان اچکن اور برجیس پہنے ہوئے تھا۔ سر پر ایک خوبصورت پگڑی تھی۔ جو اس کے وقار کو اور نمایاں کر رہی تھی۔ بھرا ہوا چہرہ۔ گوری رنگت اور چال ڈھال میں ایک عجیب سی تمکنت تھی۔ آواز مہین اور لوچ دار تھی۔

"یہ رہے راجکمار چرن دیو۔ راجستھان کی ایک ریاست کے راجکمار۔ گو ریاست تو چھن چکی ہے۔ مگر حکومت ہند ابھی تک انہیں پریوی پرس دے رہی ہے۔ اور آپ ہیں مس ارملا دیوی۔ آپ یونیورسٹی کی ممبر کر چکی ہیں۔ گوپال کی ہونیوالی منگیتر۔"

"وہ معاملہ ابھی طے نہیں ہوا ہے۔ بس ہونیوالا ہے۔ راجکمار صاحب۔" ارملا نے بات کو پلٹتے ہوئے کہا۔ "دیری پلیزڈ ٹو میٹ یو

Very pleased to meet you۔

"مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" راجکمار نے ہات ملا کر کہا۔

اسی طرح سے جنی لال نے باقی سب لوگوں سے تعارف کرایا۔

اتنے میں گوپال آگیا۔

"ان سے بھی اپنا تعارف کرادو۔"

"ہاں یہ رہے گوپال صاحب مس ارملا کے ہونیوالے پتی۔"

"اوہ ـــــ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

گوپال نے راجکمار کی طرف دیکھا۔ ایک لمحہ کے لئے بھونچکا سا رہ گیا ـــــ کتنی صورت روپا سے ملتی تھی۔ اس نے راجکمار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھا۔ مگر وہ آنکھیں اس وقت اجنبی سی تھیں۔ ان میں جان پہچان کی کہیں جھلک نظر نہ آئی۔

"کیا عرض کروں راجکمار صاحب آپ کو کہیں دیکھا ہے ضرور۔"

"دیکھا ہوگا۔ لیکن میں نے آپ کو کہیں نہیں دیکھا۔"

"بڑے آدمی چھوٹوں کو اکثر بھول جاتے ہیں۔"

"یہاں بڑے اور چھوٹے کا سوال نہیں ہے جناب۔ سوال جان پہچان کا ہے۔ گوپال صاحب۔!"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔"

گوپال نے سر سے لیکر پاؤں تک راجکمار کو دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ راجکمار بے حد خوبصورت اور حسین تھا۔ اچکن اور بری جیپسر میں۔ اس کا حسن نکھر آیا تھا ہاتھ میں چمڑے کی سٹک تھی۔ جسے راجکمار بار بار ہلاتا رہتا۔

لڑکیوں نے اس کی طرف دیکھا۔ تو سب کا جی چاہا کہ اس راجکمار سے راہ و رسم بڑھائی جائے۔ چینی نے موقعہ دیکھ کر گوپال کو اپنی طرف بلایا۔ اور اس کے کان میں کچھ کہا۔

گوپال مسکرا دیا۔ جب دونوں واپس آئے۔ تو راجکمار اور ارملا اکٹھے جاتے دکھائی دیئے۔ گوپال پیچھے جانے لگا۔ چینی نے اسے پکڑ لیا۔

ارملا راجکمار کو دیکھ کر بے چین سی ہو گئی۔ دونوں چلتے چلتے درختوں کے جھنڈ کے قریب آ گئے۔۔۔ یہاں درختوں کے درمیان ایک ہرا بھرا قطعہ تھا۔ ارملا نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ راجکمار بیٹھ گیا ارملا کی بے چینی بڑھنے لگی۔ وہ کس طرح اپنے دل کا حال کہے۔

ایک ہی ملاقات میں وہ ایک ایسی منزل تک پہنچ گئی تھی۔ جہاں پہنچنے کے لئے کئی سال لگتے ہیں۔

راجکمار کو اس بات کا احساس تھا۔ کہ وہ خوبصورت اور حسین ہے۔ لڑکیاں اس پر فریفتہ ہو سکتی ہیں۔ مگر اسے یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اتنی جلدی کوئی لڑکی اس پر مرنے لگے گی۔

"آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔؟"

"بس چنی لال صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک پکنک ہے۔ میں آگیا۔"

"زندگی سے اکتائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں آپ۔؟"

"جی نہیں ـــ زندگی سے بور تو نہیں ہوں۔"

"میں تو اکتا گئی ہوں۔ اس جیون سے۔"

"کیوں۔؟"

"کوئی جیون ساتھی نہیں ملتا۔

"گوپال جی سے آپ کی شادی ہونے والی ہے۔ بھلا گوپال سے بہتر جیون ساتھی اور کون ملے گا۔؟"

"جب تک آپ کو نہیں دیکھا۔ گوپال مجھے اچھا لگا۔ اب تو ....."

"اب۔"

"جب سے آپ کو دیکھا ہے دل کی حالت بیان نہیں کر سکتی۔"

"یعنی دیکھتے ہی۔"

"ہاں محبت ہوگئی۔" ارملا نے بغیر کسی جھجک کے کہا۔

"گوپال سے اتنی جلدی کیوں اکتا گئی ہیں آپ۔؟"

"گوپال ذرا شریف قسم کا انسان ہے۔ مجھے تو آپ اچھے لگے۔"

"مجھ میں کیا خوبی ہے۔؟"

"میں لندن اور پیرس میں رہ چکی ہوں۔ راجکمار صاحب لیکن آپ جیسا حسین ینگ مین میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ بس دیکھتے ہی آپ پر فریفتہ ہوگئی۔ جی چاہتا ہے۔" یہ کہکر ارملا نے راجکمار کا ہاتھ پکڑ لیا۔ راجکمار نے ہاتھ نہ چھڑایا۔ ارملا نے سوچا تیر نشانے پر لگا ہے۔ اب ذرا اور آگے بڑھنا چاہیئے۔ لندن اور پیرس والا نسخہ آزمانا چاہیئے۔ یہ ہندوستانی نسخے بیکار رہیں۔ باتوں میں وقت گنوانا بیوقوفی ہے۔

"آپ ذرا آرام سے لیٹ جائیے نا۔"

"جی نہیں میں ٹھیک ہوں۔"

ارملا اس کے قریب آگئی۔

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ اگر میں ذرا آپ کے قریب آجاؤں۔"

"تھوڑا سا فاصلہ ضرور رکھیئے۔ گرمی زیادہ ہے نا۔" راجکمار نے ذرا دور کھسکتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے قریب آرہی ہوں۔ اور آپ مجھ سے دور جارہے ہیں۔

لندن میں ایسا نہیں ہوتا۔"

"لندن میں نہیں ہوتا ہوگا مگر بھارت میں اسی طرح ہوتا ہے۔"

"آپ لندن کبھی نہیں گئے۔؟"

"جی نہیں۔"

"لندن میں لڑکے قریب آتے ہیں۔" ارملا نے اور قریب آتے ہوئے کہا۔

"اور لڑکیاں۔؟" راجکمار نے کھسکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اور قریب آتی ہیں۔ آپ نے شادی کی۔؟"

"جی نہیں۔"

"سگائی ہوئی آپ کی۔؟"

"ابھی تک نہیں ہوئی۔"

"بہت خوب ــــ تب تو مجھے آپ کے قریب آنیکا حق ہے۔" ارملا نے سرکتے ہوئے کہا۔ راجکمار پیچھے سرکا۔ ارملا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ کا ہاتھ لڑکیوں جیسا ہے۔؟"

"کیسے معلوم ہوا آپ کو۔؟"

"بڑی نرم انگلیاں ہیں آپ کی۔ وانٹ یو کس می۔"

(wont you kiss me)

"نو۔"

"کیوں ۔ ؟"

"آپ اتنی جلدی پریشان کیوں ہو گئی ہیں ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے آپکو اپنے اوپر قابو نہیں رہا ۔!"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو ۔ راجکمار تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے اوپر قابو نہیں رہا ۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں ۔"

"مجھ سے ۔ راجکمار کھلکھلا کر ہنس پڑا ۔ پھر کھڑا ہو گیا ۔

"دیکھو ارملا میں تم سے شادی نہیں کر سکتا ۔"

"کیوں ۔ ؟"

"راجکمار تو راجکماری ہی سے شادی کر سکتا ہے ۔ معمولی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے ۔۔۔ ارملا ۔"

"میں کوئی معمولی لڑکی نہیں ہوں راجکمار ۔ میرا باپ لاکھوں روپیہ کا مالک ہے ۔ ہو سکتا ہے میرے باپ کی آمدنی تم سے بھی زیادہ ہو ۔ ؟"

"تمہارا باپ امیر ہو سکتا ہے ۔ مگر تم راجکماری تو نہیں ہو ۔ ہم اپنے رسم رواج نہیں بدل سکتے ۔"

"میرے لئے بھی نہیں ۔ ؟"

"نہیں ۔"

"میں تمہارے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں ۔ تم ایک بار ہاں کہہ دو ۔"

"کس بات کے لئے ۔ ؟"

" شادی کے لئے ۔ "

"گوپال سے شادی نہیں کروگی ۔ ؟"

"نہیں ۔ نہیں ۔ میں تمہیں پسند کرتی ہوں ۔ تمہیں چاہتی ہوں ۔
گوپال کسی اور سے محبت کرتا ہے ۔"

" تمہیں کیسے معلوم ہوا ۔ ؟"

" اس نے بتایا تو نہیں ۔۔۔ مگر باتوں سے پتہ چل گیا مجھے ۔
میرے قریب آ ذرا جکمار ۔۔۔ زیادہ نہ تڑپاؤ اب مجھے ۔"

وہ اسکے قریب آگئی ۔۔۔ بالکل قریب ۔۔۔ اس کے سینے کے
ساتھ لگ گئی ۔۔۔ "کس می ۔۔۔ ڈارلنگ ۔۔۔ آئی وانٹ یو ۔
یو ۔۔۔ اونلی یو ۔ "

راجکمار سرپٹ بھاگا ۔ وہ اس کے پیچھے بھاگی ۔ دونوں ہی
بھاگتے بھاگتے لوگوں کے قریب آگئے ۔ اچانک راجکمار گر پڑا ۔ اس
کی پگڑی اچھل کر دور جا کر گر پڑی ۔۔۔ بال کندھوں پر بکھر گئے ۔

ارملا نے دیکھا اور دیکھتے ہی بکی بکی رہ گئی ۔

اوہ گاڈ ۔ یہ بالکل فراڈ ہے ۔ یعنی لڑکی ہے ۔ ؟"

لوگ اکٹھے ہو گئے ...... ایک چلایا ۔

"یہ تو روپا ہے ۔۔۔ ناچنے والی ۔۔۔ سردار کی بیٹی ۔"

رکمنی ۔ مادھوری ۔ چینی ۔ گوپال ۔ سب آ گئے ۔

"تمہاری یہ حرکت ۔ ارملا نے چلا کر کہا ــــ" تم نے مجھے الّو بنایا ۔ مجھے دھوکا دیا ۔ میرا مذاق اڑایا ۔"

"کون ہے یہ ۔ ؟" کھڑک سنگھ نے چلا کر پوچھا ۔

"لک ڈیڈی ۔ اس کی اتنی جرات کہ لڑکا بن کر عشق کرے مجھ سے ۔ اور میری کمر میں ہاتھ ڈالے ۔

"میں پوچھتا ہوں کون ہے یہ ۔ ؟" کھڑک سنگھ نے چاروں طرف گھورتے ہوئے کہا ۔

مادھوری ۔ رکمنی ۔ سب چپ تھیں ۔ سب لوگ گم سم سے ۔

"کیا مہمانوں کا اسی طرح سواگت کیا جاتا ہے ۔ کہ ان کی بے عزتی کی جائے ۔" کھڑک سنگھ نے چلا کر کہا ۔

"لک ڈیڈی ۔ میں اسے راجکمار سمجھ کر باتیں کر رہی تھی ۔ اور یہ حرافہ میری باتیں سنتی رہی ۔ اور دل ہی دل میں ہنستی رہی ۔ ہمیں گھر بلا کر بے عزت کیا گیا ۔ ڈیڈی اتنی بری انسلٹ میں برداشت نہیں کروں گی ۔

"چھوڑیئے نا ارملا جی ہندوستانی فلموں میں اس طرح کے سین اکثر دکھائے جاتے ہیں ۔ ــ آپ مفت میں آپے سے باہر ہو رہی ہیں ۔ یہ بھی مذاق کا ایک سین ہی سمجھیئے ــــ" چینی نے معاملہ کو سلجھانے

ہوئے کہا۔

"یہ محض مذاق نہیں ہے۔ اس کے پیچھے کوئی گہری سازش ہے۔
ٹھیک ہے میں ٹھاکر امراؤ سنگھ سے بات کرونگا۔"

"چلو بیٹی ــــ یہاں ایک سیکنڈ بھی ٹھہرنا اپنی ہتک
کرانا ہے۔"

"چلو ڈیڈی۔" ارملا نے چہک کر کہا۔

٭

جب ٹھاکر امراؤ سنگھ کو یہ خبر ملی کہ رد پا نے لڑکے کے بھیس
میں آکر سارا معاملہ چوپٹ کر دیا۔ تو وہ غصے سے تلملا اٹھے۔ انہوں
نے ماد ھوری۔ رکمنی کی ماں اور گوپال کو بلایا۔ جب سب لوگ دیوان
خانے میں اکٹھے تھے۔ تو ٹھاکر امراؤ سنگھ نے غصہ سے کہا۔

"اس دو ٹکے کی چھوکری کی یہ ہمت کہ وہ میرے بنے بنائے
کھیل کو بگاڑ دے۔ کون لایا ردپا کو پکنک میں۔ ؟"

گوپال خاموش کھڑا تھا۔ ایک مجرم کی طرح۔

"بتا گوپال کون لایا ردپا کو۔ ؟"

"مجھے کیا معلوم پتا جی۔"

"اس گتھی کو تم ہی سلجھا سکتے ہو گوپال۔ میں کھڑک سنگھ کو
کیا جواب دوں۔ ؟"

"جواب تو انہیں مل چکا ہے پتا جی۔"

"کس بات کا جواب۔؟"

"جس بات کا جواب وہ چاہتے ہیں۔"

"جانتے ہو میں نے انہیں کیوں بلایا تھا۔ برخوردار میں تمہارا باپ ہوں میں نے تمہیں پالا پوسا۔ بڑا کیا۔ تعلیم دلوائی۔ اور ابھی تک تمہیں پال رہا ہوں۔ تاکہ تم میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کے مالک بن سکو۔ علم ہے تمہیں ان باتوں کا گوپال۔"

"باپ کے مرنے کے بعد تو جائیداد بیٹے کو ملتی ہے پتا جی۔"

"لیکن مرنے سے پہلے میں تمہیں اپنی جائیداد سے محروم بھی کر سکتا ہوں۔ اگر کرنا چاہوں تو ___ تم یہ بتاؤ روپا سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔ اور یہ کم ذات لڑکی جس کا تعلق راس داریوں سے ہے۔ اور جو ملیچھ ہے۔ تمہاری کیا لگتی ہے۔؟"

"میری بیوی اور آپ کی بہو۔"

"میری بہو۔؟ چھی چھی۔ پہلے یہ بتا تیری پتنی کب سے بنی۔؟"

"چند دن ہوئے ___ میں نے روپا سے شادی کر لی۔" گوپال نے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کس کے سامنے۔؟"

"بھگوان کی مورتی کے آگے......."

وہ جانے کے لئے بڑھا۔

"جھوٹ بولتے ہو تم۔"

"جھوٹ بول کے مجھے کیا ملے گا پتاجی۔"

"سچ کہہ رہے ہو۔؟"

"سولہ آنے سچ۔ پتاجی۔"

"سجان سنگھ ہماری بندوق لاؤ۔" امراؤ سنگھ نے چیخ کر کہا۔

سجان سنگھ چپ چاپ کھڑا تھا۔ یہ امراؤ سنگھ کا پرانا خدمت گار تھا۔

"اب پرکھوں کی آبرو بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اس مردود کو گولی سے اڑا دیا جائے۔ لاؤ ہماری بندوق۔ جلدی۔"

سجان سنگھ نے بندوق لاکر امراؤ سنگھ کے ہاتھ میں تھما دی۔

"جانتے ہو یہ لڑکی کون ہے گوپال۔؟"

"جانتا ہوں پتاجی۔"

"اگر نہیں جانتے۔ تو میں بتاتا ہوں۔ یہ ایک ناچنے والی ہے۔ ایک راس دھاری کی لڑکی۔ ایک ایسے باپ کی بیٹی۔ جس کا نہ نام ہے نہ خاندان۔ نہ عزت نہ وقار۔ ایک ایسی لڑکی جسے کوئی بھی روپے دیکر خرید سکتا ہے۔ ایک گھٹیا۔ رذیل۔ ذلیل۔ کم ذات لڑکی۔ اور تم چاہتے ہو کہ وہ میری بہو بنے۔ اس گھر میں آئے تاکہ اس شہر کے سارے لوگ مجھ پر تھوکیں۔ ابھی بھی وقت ہے

گوپال کہ اس لڑکی سے تم رشتہ توڑ لو۔"

"یہ نہیں ہوگا۔ پتا جی۔" گوپال نے کہا۔

"اس لڑکی کا اعتبار نہ کرو گوپال۔ یہ تمہارے خاندان کی عزت کو خاک میں ملا دیگی۔ ایسی چھنال عورتوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آج تمہاری ہے۔ کل کسی اور کی۔ یہ ناچنے والی لڑکیاں کسی کا ساتھ نہیں دیتیں۔ پورے خاندان کو تباہ کر دیتی ہیں۔ گوپال مان جاؤ بڈھے باپ کی بات۔ ان سفید بالوں کی لاج رکھ لو بیٹا۔"

"آپنے جن الفاظ سے اپنی بہو کو نوازا ہے۔ اس کا بہت بہت شکریہ ڈیڈی۔" وہ جانے کے لئے مڑا۔

"ٹھہرو۔ کہاں جا رہے ہو۔ ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ یہ بندوق دیکھ رہے ہو۔؟"

"جی ہاں پتا جی۔"

امراؤ سنگھ نے لبلبی پر ہاتھ رکھا۔ "یہ گولی تیرے سینے کے پار ہوگی۔ جب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگا۔" وہ لبلبی دبانے ہی والے تھے۔ کہ گوپال کی ماں آگے بڑھ کر بندوق کو پکڑ لیا۔ اور بولی۔ "میرے بیٹے کو گولی مارنے سے پہلے مجھے گولی مار دو ٹھاکر۔"

"تم بھی اس سازش میں شریک ہو۔ ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔" امراؤ سنگھ نے بندوق چھڑاتے ہوئے کہا۔

گوپال کی ماں نے بندوق کی نال کے آگے اپنا سینہ رکھ دیا۔ اور بولی۔

" میری لاش سے گزر کر ہی میرے بیٹے کو گولی مار سکتے ہو ٹھاکر۔ میں نے جس کو جنم دیا اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ چاہے وہ سارے خاندان کا بیڑا غرق کر دے۔ تم کتنے بے رحم ہو مجھے آج معلوم ہوا۔ اپنے بیٹے کو بھی قتل کر سکتے ہو۔ اس کا مجھے علم نہ تھا۔" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

مادھوری اور رکمنی بھی تن کر کھڑی تھیں۔ اس وقت گھر کا ہر شخص ان کے خلاف تھا۔ حالات کا جائزہ لیکر ٹھاکر نے پینترہ بدلا۔ بولے ــــ" میرا آخری فیصلہ سن لے گوپال۔ میرے جیتے جی روپا میری بہو نہیں بن سکتی۔ اور تمہارے لئے میرا یہ آخری حکم ہے کہ تم اپنے کپڑوں سمیت اور اسی وقت اس گھر سے نکل جاؤ۔ اسی وقت ورنہ تیرے مرنے سے پہلے تیری ماں کی لاش تیرے قدموں پر ہوگی۔ نکل جاؤ گوپال۔ اسی وقت۔"

امراؤ سنگھ نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے کہا۔ گوپال چپ چاپ گھر سے نکل گیا۔

⁂

رات کا وقت تھا جب گوپال کی بڑی بہن مادھوری چینی لال کے گھر پہنچی۔ ہر شخص چپ چاپ اور اداس بیٹھا تھا۔ گوپال نے مادھوری کو دیکھا تو اور فکر مند ہو گیا۔

"کیسے آئیں دیدی۔؟"

"تجھ سے ملنے چلی آئی اور کیا۔ پتاجی پر خون سوار ہے۔ سوائے اپنی شان و شوکت کے کچھ سوجھتا ہی نہیں انہیں۔ کہاں ہے روپا۔؟"

"ساتھ والے کمرے میں رو رہی ہے اپنی قسمت کو۔"

"ذرا بلا دو بھیا۔"

گوپال ساتھ والے کمرے میں گیا۔ اور روپا کو ساتھ لے آیا۔ روپا نے مادھوری کے پاؤں چھو لئے ـــــ مادھوری نے روپا کے

سر پہ ہاتھ پھیرا۔ جیتی رہو۔ دلہن۔ بیٹھو میرے پاس۔ بھیا تمہاری روپا تو بڑی خوبصورت ہے۔ نری مورت ہے۔ مورت۔ پتا جی دیکھ لیں تو بھول جائیں سارا غصّہ۔ ہاں ــــ بھیا ایک بات کہنے آئی تھی۔

"کہو دیدی۔"

"کل میں جا رہی ہوں۔"

"کہاں۔؟"

"واپس کانپور۔!"

سچی بات تو یہ ہے۔ مجھ سے یہ اتنا تیا چار دیکھا نہیں جاتا ــــ گوپال زمانے نے کتنی ترقی کر لی ہے۔ اور ہم لوگ ابھی تک ذات پات کے جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ بھلا مجھے کوئی بتائے۔ اس لڑکی میں کیا کمی ہے۔ لے بیٹھے اپنے خاندان کی عزت۔ شان و شوکت پرکھوں کی مریادا۔ اور نہ جانے دنیا بھر کی غلاظت۔ لوگ تو چاند تک پہنچنے والے ہیں۔ ہندو اور مسلمانوں میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ ہندوستانی لڑکیوں سے امریکن اور انگریز لڑکیوں سے شادیاں کر رہے ہیں۔ اور ہمارے گھر والے اپنے دیش کی لڑکیوں سے نفرت کر رہے ہیں ــ میں نے پتا جی کو کھری کھری سنا دیں۔ کہنے لگے تم کل ہی کانپور چلی جاؤ ــــ میں نے کہہ دیا ٹھیک ہے میں کل ہی چلی جاؤنگی۔ ماں جی بہت چیخی چلائیں۔ میں نے صاف کہہ دیا میں یہاں نہیں رہوں گی۔ گوپال کل میں جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ روپا کو لیکر تم بھی کانپور چلو۔"

"یہ کیا کیا دیدی تم نے۔ تپا جی سے کیوں جھگڑا کر لیا۔ پہلے ہی تم بیمار رہتی ہو۔"

"تو کیا اس حالت میں میری طبیعت اچھی ہو جائیگی۔ پھر تو ایک دن جانا ہی تھا۔ مجھے۔"

"لیکن دیدی۔؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔"

کل تم اور رو یا دونوں تیار رہنا۔ صبح چھ بجے گاڑی جاتی ہے۔ میں تمہیں لے کر آؤنگی۔ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ تمہاری نوکری کا انتظام کر دونگی۔ ہم اتنے گئے گزرے ہیں ــــ تو بات پکی نا۔ گوپال۔؟"

"اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی کہاں ہے دیدی۔"

"اچھا میں جاتی ہوں۔"

"چائے تو پیکر جاؤ دیدی۔" جیتی نے کہا۔

"نہیں جیتی لال اس وقت کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ دل بڑا بے چین ہے۔ اس وقت۔ میں نے تو تمہارے جیجا جی کو خط بھی نہیں لکھا۔ جب دونوں کو لے کر پہنچونگی تو بھونچکے رہ جائیں گے۔"

٭

مادھوری کے تپی رنگی لال بڑے ہی رنگیلے تھے۔ کوئی ان کی

قد و قامت دیکھے تو عش عش کر اٹھے۔ کیا ڈیل ڈول تھا ان کا۔ لانبا قد۔ بھرا ہوا جسم چوڑا چکلہ سینہ چہرے کے نقش بے حد حسین اور دلآویز۔ گورا رنگ۔ آواز گرجدار۔ بڑی بڑی مونچھیں جن کو اکثر تاؤ دیتے تھے ۔۔ کسی غریب گھرانے میں پیدا ہوتے۔ تو ساری خوبصورتی غربت کی نظر ہو جاتی۔ یہاں تو قدرت نے بڑی فیاضی سے کام لیا تھا۔ والد کیا مرے کہ دو حویلیاں۔ کئی ایکڑ زمین۔ جوتوں کی دو فیکٹریاں۔ حوالے کر کے سورگ سدھارے تھے۔

جب رنگی لال جوان ہوئے۔ تو دوستوں۔ یاروں۔ اور خوشامدیوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ جوانی بڑی مستانی ہوتی ہے۔۔ رنگی کی آنکھوں میں شرابی ڈورے جھلکنے لگے۔ رمی۔ شطرنج۔ اور چوسر سے دل بہلایا جانے لگا۔ ایک کسر باقی تھی۔ وہ یار دوستوں نے پوری کر دی۔ خوبصورت عورتوں کے شروع ہی سے پجاری تھے۔ رنگی لال کی اسی کمزوری کو پہچانپ کر یار دوستوں نے انہیں ٹھیک راہ پر لگا دیا۔ رنگی لال ستے اس رنگ میں خوب ہاتھ رنگے۔ جہاں کہیں خوبصورت لڑکی نظر آئی تو دل ڈوبنے لگتا۔ ہاتھ پاؤں میں ایک لرزہ سا آجاتا۔ یعنی کسی نہ کسی طرح سے لڑکی حاصل کی جاتی۔ عام جوانی میں کوٹھوں کے گرد چکر کاٹنے شروع کر دیئے۔ کوٹھوں پر پہنچتے ہی شعر و شاعری سے دلچسپی ہو گئی۔

عشقیہ شاعری کے بے حد مداح تھے۔ کبھی کوئی پھڑکتی ہوئی غزل سنتے تو داد
دیتے دیتے نہ تھکتے۔

اب تو عمر اتنی بڑھ چکی تھی۔ جب شباب ڈھلنے لگتا ہے۔ اور مزاج
میں ایک بے حسی سی آجاتی ہے۔ اس وقت رنگی لال کی عمر پینتالیس
سال کی تھی۔ دیکھنے میں آج ان کا شمار خوبصورت آدمیوں میں ہوتا تھا
ہنستے کھلتے بھرا ہوا چہرہ۔ موٹے موٹے ہونٹ۔ خوابناک آنکھیں گالوں
پر سرخی اور شگفتگی نمایاں تھی۔ مگر اس سرخی میں شراب کا دخل زیادہ
تھا۔ اس طرح چہرے پر جو بھری نظر آتی۔ اس میں ویدی دواؤں
اور حکیموں کی حکمت کا اثر نمایاں تھا۔ مادھوری سے شادی کئے
ہوئے پندرہ سال ہو چکے تھے۔ بچہ ایک بھی نہ ہوا تھا۔ شاید غیروں
کے یہاں ان کے بچے پلتے تھے۔ مادھوری ان کے مزاج سے واقف
تھی۔ ان کی لاابالی طبیعت۔ اور عشقیہ مزاج نے اسے سدا کیلئے
بیمار کر دیا۔ شروع میں مادھوری نے کافی نسخے آزمائے۔ لیکن کوئی
نسخہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ آخر میں رنگی لال نے اس کی حالت پر چھوڑ
دیا۔ اور خود بیمار رہنے لگی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسی جنم میں انسان کو
اس کے کرموں کا پھل ملتا ہے۔ مگر رنگی لال کی حالت دیکھ کر یہ بات
سمجھ میں آتی ہے۔ کہ کرموں کا پھل دوسروں کو بھرنا ہوگا۔ رنگی لال
قسمت کے بڑے دھنی تھے یہاں سے بھی صاف بچ نکلے۔ یہ رنگ بدراجہ
اپنی ڈگر پر چل رہا تھا۔ حکیموں سے اب جی اکتا گیا تھا۔ صرف ایک ہی

کمیں میں دلچسپی رہ گئی تھی یعنی خوبصورت لڑکی سے عشق کرنا۔ اور شام ہوتے ہی وہسکی کی بوتل کھول کر دوستوں یاروں کے ساتھ پینا پلانا اور گپیں ہانکنا۔ اس وقت بھی یار دوستوں کے ساتھ رنگی لال شراب پی رہے تھے۔

طوطا رام جن کی ناک طوطے کی طرح مڑی ہوئی تھی۔ شراب کا آخری قطرہ گلے میں انڈیل کر بولے۔

" بھابی کب آ رہی ہے۔ رنگی لال جی۔"

"دھت تیرے کی۔ طوطا رام تو نے بھابی کا ذکر کر کے میرا موڈ خراب کر دیا۔ ارے میاں جب تک عورت جوان رہتی ہے۔ یاد آتی ہے۔ جب وہ جوانی کھو بیٹھتی ہے پھر اسے یاد کرنا جاہلوں کا کام ہے۔ تیری بھابی اب نہیں آئیگی۔ ہمیشہ میکے میں رہے گی۔"

"سبحان اللہ کیا قسمت پائی ہے حضور نے۔ اجی صاحب ہماری بیوی تو جونک بن کر چمٹ گئی ہے۔ جتنا باہر کھینچتا ہوں اتنا ہی اندر گھستی جاتی ہے کبھی میکے جانے کا نام ہی نہیں لیتی۔"

"اپنی اپنی قسمت ہے طوطا رام جی۔ بیویوں کا کیا ذکر لے بیٹھے ارے کسی لال پری۔ فتنہ ساز کسی ماہ لقا۔ دلربا۔ دلنواز۔ شعلہ رو۔ پری نژاد چہرے کا ذکر کرو۔ تاکہ آج کی شام ذرا ڈھنگ سے کٹے۔" رنگی لال نے گلاس میں شراب ڈالتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ واہ۔ میرے رنگیلے راجہ۔ تیرا جواب نہیں۔"

"لکھنؤ میں ایک نیا عیاشی کا اڈا کھلا ہے۔ حضور ـــــ"
نربدا پرشاد نے شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"عیاشی کا اڈا۔؟ کیا مطلب۔؟"

"حضور سلیس اردو میں ہوٹل کہتے ہیں۔"

"نام۔؟"

"پری زاد۔"

"کیا نام رکھا ہے۔ رکھنے والوں نے۔"

"نام تو رکھ لیا۔ جو کام دکھاتے ہیں۔ بس اس کی داد نہ چاہیے۔"

"ذرا کھل کے بات کرو۔"

"عالی جاہ وہاں۔ ایک پری اتری ہے۔ نیلم۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے حضور اس کا حسن اس کے جسم کے نقوش۔ اس کی آواز۔ اس کا ناچ۔ بس بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں۔"

"ہلکی سی تصویر یار تو کھینچو۔"

"تو سنو یارو۔ چہرے کے خطوط اتنے دلکش تو نہیں لیکن جونہی نظر نچلے دھڑ پر جاتی ہے۔ تو صاحبو معلوم ہوتا ہے۔ کہ سونے اور چاندی میں ڈھلا ہوا مجسمہ آپ کے سامنے تھرک رہا ہے۔"

"واہ، واہ۔ آپ نے دو دھاتوں کو کیا ملایا ہے۔ جی خوش ہو گیا۔ اس روح افزا الفتنہ کو سنکر۔"

"ذرا آگے سنئے حضور — حضور والا۔ جب وہ بھی روشنی ہیں۔ وہ نیلم پری اپنی سڈول بانہوں کو ہلاتی ہوئی۔ کمر کو چلاتی ہوتی۔ کولہوں کو ہلاتی ہوئی۔ ناف پہ آپ کی نظر لیجاتی ہوئی۔ اور ٹانگوں کو جھٹک کر ایسا پوز بناتی ہے۔ سرکار کہ فرشتے ہوش کھو بیٹھیں۔ ہم تو انسان ٹھہرے۔ ایلورا اور اجنتا کے مجسمے دیکھنے والے —" اس وقت حضور یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

آپ اے واعظ جدھر چاہیں ادھر کا رخ کریں
ہم خدا کا نام لے کر سوئے بت خانہ چلے!

"واہ۔ کیا وقت پر شعر پڑھا آپ نے منہ چومنے کو جی چاہتا ہے۔ اپنا جی چاہ رہا ہے کہ ابھی لکھنؤ چلیں — نیلم پری کی جنت نگاہ کی طرف رخ کریں۔ اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ کہوں دوستو کیا رائے ہے آپ کی۔ گاڑی نکلواؤں۔" رنگی لال جھومتے ہوئے بولے۔

نکلوائیے حضور —" سب چلا کر بولے۔" لیکن ایک بات بتائیے حضور کیا واجد علی شاہ نے اس طرح عیش کی ہوگی جس طرح سے ہم لوگ کر رہے ہیں۔ واجد علی شاہ اس طرح لکھنؤ کی طرف روانہ نہیں ہوئے ہونگے حضور۔"

"واجد علی شاہ کہاں رہتے تھے۔ دلی میں یا لکھنؤ میں۔؟"
ایک شرابی نے سوال کیا۔

"دونوں جگہ۔"

"کیا بکتے ہو۔ سوچ سمجھکر بات کرو۔" تیسرے شرابی نے کہا۔

"اگر سوچ سمجھکر بات کرنی ہوتی۔ تو شراب کیوں پیتا۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہو نربدا پرشاد جی۔ ایک تو شراب پیئیں اور پھر سوچ سمجھ کر باتیں کریں۔ بڑے بیوقوف ہو تم۔"

اس پر سب نے قہقہہ لگایا۔

"تو چلیں لکھنؤ۔" رنگی لال نے سب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چلئے حضور۔ ہم سب تیار ہیں۔"

⁂

اتنے میں ذرا بُدھو دوڑتا ہوا آیا۔ ہانپتے ہوئے کہنے لگا۔

"مالک ایک بری خبر لایا ہوں۔"

"یہ کون سا وقت ہے۔ بری خبر لانے کا۔ ہم تو بسلم پری کو دیکھنے جا رہے ہیں۔"

"حضور مالکن آگئیں۔"

ایک لمحہ کے لئے رنگی لال کا نشہ اترسا گیا۔ "کیا رنگ میں بھنگ ڈالا ہے۔ تیری بھابی نے طوطارام۔ ارے کمبخت تو شام سے طوطے کی طرح چلا رہا تھا۔ کہ کب بھابی آئینگی۔ طوطا رام تیری ناک کاٹنے کو جی چاہتا ہے۔ مردود تو جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ بھابی کو سیدھ

یہاں سے ورنہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

اس بھگدڑ میں کسی کو یہ معلوم نہ رہا کہ وہ کیا کر رہا تھا۔ سب نشے میں تھے۔ جو جس کے پاؤں میں پڑا پہن لیا۔ جو بوٹ پہن کر آیا تھا۔ اس نے چپل پہن لیں۔ اور جس نے چپل پہنی تھیں۔ اس نے بوٹ پہن لئے۔ کسی نے ایک پاؤں میں چپل اور دوسرے پاؤں میں بوٹ۔ جس کے سر پر پگڑی تھی اس نے دو پلی ٹوپی رکھ لی۔ دو پلی ٹوپی پہن کر آنیوالے نے پگڑی سر پر رکھ لی ــــ بس رنگی لال کی بیٹھک سے یوں سرپٹ بھاگے۔ جیسے ریس میں گھوڑے دوڑتے ہیں۔"

٭

اتنے میں مادھوری آ گئی۔ رنگی لال نے پینترا بدل کر کہا "آنے سے پہلے چٹھی یا تار تو دیا ہوتا۔ میں اسٹیشن پر گاڑی بھیج دیتا۔"

اتنے میں روپا اور گوپال آ گئے۔ گوپال کو دیکھ کر رنگی لال چلائے "ارے تم۔ ؟ واہ۔ واہ خوب آئے۔ گوپال اتنی بار تمہیں لکھا یہاں آنے کے لئے کبھی صورت نہ دکھائی۔ آج آئے تو دال میں سیدھے اتر آئے۔ مادھوری ان سے تو ہمارا تعارف کراؤ۔"

"یہ روپا ہے۔ گوپال کی دھرم پتنی۔"

"ارے واہ شادی بھی کر لی ــــ اور ہمیں خبر تک نہ دی۔"

روپا نے پاؤں چھوئے۔

"پاؤں نہیں چھوتے روپا یہ پرانی رسمیں ہیں۔ پیار تو دل میں ہوتا ہے۔"

"داد دینی پڑیگی تمہاری گوپال۔ روپا تو لاکھوں میں ایک ہے۔ اچھا ہی ہوا کہ ٹھاکر صاحب نے تمہارے لئے لڑکی کا انتخاب نہیں کیا۔ ورنہ وہ تو خاندانی عزت۔ شان وشوکت۔ اونچی ذات کے چکر میں ایسی لڑکی لاتے کہ تیری طبیعت صاف ہو جاتی۔ بال بال بچ گئے میاں۔ گوپال تمہارے انتخاب کی داد دینا پڑیگی۔ چلو اندر۔"

یہاں پہنچکر گوپال اور روپا کو ایک سکون سا ملا۔ رہنے کے لئے ایک کشادہ کمرہ۔ جس میں ماڈرن طرز کا فرنیچر رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی فون بھی تھا۔ اور خدمت کے لئے نوکر بھی۔ جب سے مادھوری آئی تھی۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ سارے جسم میں درد سا رہتا۔ کبھی کبھی ہلکا سا بخار بھی ہو جاتا۔ اس لئے مادھوری نے رسوئی کا سارا کام روپا کو سونپ دیا۔ نوکر کام تو کرتے تھے۔ مگر نگرانی تو روپا کو کرنی پڑتی۔ اور کبھی کبھی کھانا بھی پکانا پڑتا۔ مادھوری کی سیوا کرنا بھی اس کا فرض تھا۔ نوکروں میں اتنا خلوص اور پیار کہاں ہوتا ہے۔ روپا نے جلدی ہی اس گھر میں اپنی جگہ بنالی۔ اب تینوں روپا پر جان

چھڑکنے نیچے تھوڑے عرصہ کی بیکاری کے بعد رنگی لال نے گوپال کو اپنی فیکٹری میں اسسٹنٹ منیجر کی جگہ دیدی۔ زیادہ تر کام رات کو کرنا پڑتا۔ دن کو آرام کرو۔ اور رات کو کام کرو۔

رنگی لال روپا سے مذاق بھی کر لیتے۔ اور روپا بھی اچھے خاصے جواب دیتی۔

صبح کا ناشتہ میز پر رکھا ہوا تھا۔ رنگی لال اور روپا بیٹھے ہوئے گوپال اور راد ھوری کا انتظار کر رہے تھے۔ روپا نے ہاتھ سے کھانا شروع کیا۔

"آپ ہاتھ سے کھاتی ہیں۔" رنگی لال نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ ہاتھ سے کھاتی بھی ہوں۔ اور ہاتھ دکھاتی بھی ہوں۔" روپا نے جھک کر کہا۔

"تو پھر ہو جائیں دو دو ہاتھ۔"

"بچ کر رہنا کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔"

"وہ شعر سنا ہے

جب تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا

رنگی لال نے رومانی انداز میں کہا۔

"بڑے ہتھکنڈے آتے ہیں آپ کو۔" روپا نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی کچھ کم نہیں ہتھیلی پر سرسوں جماتی ہیں۔" رنگی لال بولا۔

"ہوش میں آؤ۔ میری ہتھیلی کھجلا رہی ہے۔" روپا نے تنک کر کہا۔
اتنے میں گوپال اور مادھوری داخل ہوئے۔ گوپال نے ہنستے ہوئے کہا۔
"خوب نوک جھونک ہو رہی ہے۔ جیجا جی۔ روپا جیجا جی بڑے لٹکے باز آدمی ہیں۔ ان کی باتوں کا برا نہ ماننا۔"
"ہاں لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ ایسی چٹخارے دار زبان بولتے ہیں۔ کہ مزا آجاتا ہے۔" مادھوری نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"طبیعت کیسی ہے آپ کی دیدی۔؟" روپا نے سر پر پلو رکھتے ہوئے مادھوری سے پوچھا۔
"آج تو چمک رہی ہیں آپ ـــ" رنگی لال نے مادھوری کی طرف دیکھ کر کہا۔
مادھوری نے گھور کر رنگی لال کی طرف دیکھا۔ رنگی لال خاموش ہو گیا۔ اور ناشتہ کرنے لگا۔
اسی طرح کی نوک جھونک اکثر ہوتی رہتی۔ رنگی لال شام ہوتے ہی دالان والے کمرے میں چلے جاتے۔ اور دوستوں کے ساتھ وہسکی کا دور چلتا۔ رات کا کھانا وہ بڑی خاموشی سے کھاتے۔ صبح جب گوپال فیکٹری سے واپس آجاتا۔ تو وہ چھکنے لگتے۔ آج جب روپا غسل کر کے باہر نکلی اور سیاہ بالوں کو جھٹک کر اس نے مڑ کر دیکھا۔ تو سامنے سے گوپال آتا ہوا نظر آیا۔ وہ اٹھلاتی ہوئی کمرہ میں چلی گئی۔ اتنے میں گوپال

اندر داخل ہوا۔ روپا کے قریب گیا۔

"میں نے تمہیں آ تنا سندر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شاید سپنے میں بھی نہیں۔" اس نے روپا کے بالوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"بھگوان کرے میں تمہیں ہمیشہ اسی طرح خوبصورت دکھائی دوں۔ کہ تمہارے میرے پیار میں کبھی فرق نہ آئے۔"

گوپال نے روپا کے لمبے سیاہ بالوں میں منہ چھپاکر پیار سے کہا۔

"روپا۔"

وہ مڑی۔

"تیرے میرے پیار کا ایک جانی دشمن ہے۔"

"ہائے رام۔ کون ہے وہ۔؟" روپا پریشان ہوکر بولی۔

"نائٹ شفٹ۔ روپا نائٹ شفٹ۔ جو ہم دونوں کو ساری رات کے لئے جدا کرتی ہے۔ اور جب میں فیکٹری سے واپس آتا ہوں تو اتنا تھک جاتا ہوں کہ تیری من موہنی صورت جی بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے پیار کی رات ہمارے جیون میں کبھی نہیں آئیگی۔"

"پیار کے دن تو آتے ہیں۔ کہو تو ابھی دن کو رات کر دوں۔"

"کردو۔ بڑا احسان ہوگا تیرا مجھ پر۔" گوپال نے للچائی نگاہوں سے روپا کی طرف دیکھ کر کہا۔

روپا Shutters گرا دیئے۔ کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

گوپال پلنگ پر لیٹ گیا۔

"روپا آؤ نا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

وہ اس کے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"چھوڑو نا۔ ابھی نہا کر آئی ہوں۔ اب پھر.... !"

"میرے لئے ایک بار اور نہا لینا۔" اس نے روپا کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

روپا اس کے سینے سے لپٹ گئی۔

جب روپا۔ گوپال کے کمرے سے باہر نکلی۔ تو چہرہ پر ایک نکھار سا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں چمک سی تھی۔ ایک عجیب سی شگفتگی اس کے چہرے سے نمایاں تھی۔ سامنے سے رنگی لال آ گئے۔

"اے جی۔ ایک کپ چائے روپا جی۔"

"ہائے ہائے۔ اپنی مادھوری سے کیوں نہیں کہتے۔"

"رام بابا کی قسم۔ تیرے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے اتنی میٹھی اور گرم ہوتی ہے کہ۔"

"دیکھنا کہیں آپکا منہ نہ جل جائے۔" روپا بات کاٹ کر بولی۔

"منہ جلے تو جلے۔ دل نہ جلے۔ اس کا خیال رکھنا۔" رنگی لال نے موقعہ دیکھ کر کہا۔

"بہت بڑھ چڑھ کے باتیں کرنے لگے ہو نند دلی جی۔"

"ایسے ہی تم سے مذاق کر لیتا ہوں۔ برا نہ مان جانا۔"

"روز، روز کی چھیڑ خانی اچھی نہیں ہوتی۔ نند دئی جی۔ دیتی ہوں چائے۔"

یہ کہہ کر روپا رسوئی کی طرف چلی گئی۔ واپس آئی تو ایک ہاتھ میں گلاس تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں چائے کی پیالی۔

رنگی لال دروازے میں کھڑا تھا۔ بالوں کو جھٹک کر روپا نے چائے کی پیالی رنگی لال کو دی۔ چائے کی چسکی لے کر رنگی لال نے کہا۔

"چائے نہیں ہے۔ وہسکی ہے وہسکی۔"

"ہٹو۔ الٹی سیدھی باتیں نہیں کرتے ـــــ" روپا جاتے ہوئے بولی۔

رنگی لال اس خوبصورت جسم کی طرف دیکھتا رہا۔ خوبصورت عورت کبھی پر ماتما کی بہت بڑی دین ہوتی ہے۔ لمبے سیاہ بال اس کی آنکھوں کے سامنے پھیل پھیل سے گئے۔ رنگی لال نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور چپ چاپ پیالی پر اپنے تشنہ ہونٹ رکھ دیئے۔

روپا کمرے میں داخل ہوئی تو گوپال سو رہا تھا۔ تپائی پر دودھ کا گلاس رکھا۔ اور چپکے سے گوپال کے پاس بیٹھ گئی۔ ہاں اسی شخص نے اسے نیا جیون بخشا تھا۔ نئی زندگی عطا کی تھی۔ ماں باپ سے لڑ جھگڑ کر سماج کو ٹھکرا کر اس شخص نے اسے محبت اور پیار دیا تھا۔ اس وقت تھک کر سو گیا تھا۔ اس نے گوپال

کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ پھر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ گوپال کے کان کے پاس منہ لیجا کر اس کے کان کو چوم لیا۔ اور اپنا گرم گرم سانس اس کے گالوں پر چھوڑتے ہوئے بولی۔

"لو گوپال دودھ پی لو۔"

گوپال نے کروٹ بدل کر کہا۔ "سونے دے مجھے روپا۔"

"پہلے دودھ پی لو — پھر سونا۔" روپا نے آنکھیں جھپکتے ہوئے کہا۔

گوپال نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔

"ارے — چھوڑو نا مجھے۔ ورنہ ایک بار پھر اشنان کرنا پڑیگا۔"

بڑی مشکل سے روپا نے اپنے آپ کو گوپال سے الگ کیا۔ اس کا بھی جی نہیں چاہتا تھا الگ ہونے کے لئے — زندگی میں ایسے لمحات بہت کم آتے ہیں۔ کہ جب دونوں کا جی چاہتا ہو۔ کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں۔ ابھی بھی گوپال نے روپا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

"دیدی آ رہی ہیں۔"

گوپال نے ہاتھ چھوڑ دیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ساڑھی کو درست کیا۔ "لو اب دودھ پی لو۔"

گوپال غٹا غٹ دودھ پی گیا۔

"بس راج کمار اب سو جاؤ۔" اس نے گوپال کے ہونٹ چومتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب تو جا۔ راج کماری، ورنہ میرا من کچھ اور ——"

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔

پیار کی لذت سے روپا کی آنکھوں میں ایک نشہ سا آ گیا سارا جسم ہلکا پھلکا سا ہو گیا۔ جانے سے پہلے وہ دو بار گوپال کے چہرے پر جھکی اس کے ہونٹوں کو چوما اور کمرے سے نکل گئی۔

*

شام کے وقت تو روپا گوپال ہی کا کام کاج کرتی رہتی۔ ایک منٹ کی فرصت نہ ملتی۔ کبھی کبھی شامو آکر کہتا۔

"بابو جی کہتے ہیں کہ چائے بنا کر بھجوائیے۔"

"کیا تو چائے بھی نہیں بنا سکتا۔" روپا نے چڑ کر کہا۔

"چائے بناتے بناتے ہمارے بال سفید ہو گئے بی بی جی۔ مگر مالک کو آپ کی بنائی ہوئی چائے پسند ہے۔ تو ہم کیا کریں۔؟"

"تم سب لوگ کام چور ہو۔ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتے ہو۔ بی بی جی کس کس کام کو کریں۔"

"تو ہم مالک سے کہے دیتے ہیں۔ کہ بی بی جی۔"

"تمہارے کہنے کی ضرورت نہیں۔" گوپال نے چڑ کر کہا۔

"جاؤ۔ اپنا کام کرو۔ روپا چائے بنا کر دیدیگی۔"

شامون چلا گیا۔

"تو جاؤں میں۔؟"

"بھیجنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"بہر حال چائے بنا کر دو جیجا کو۔ نہیں وہ ناراض ہو جائیں گے۔ جلدی آنا۔"

روپا کمرے سے باہر نکل گئی۔

چائے بنانے میں دیر ہو گئی۔ گوپالی انتظار کر رہا تھا۔ کہنا تو وہ بہت کچھ چاہتا تھا۔ بس جل بھن کر رہ گیا۔ اور لگا اِدھر اُدھر ٹہلنے۔ جوش میں آ کر اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اتنی دیر لگا دی روپا نے ــــ آئے تو سہی طبیعت صاف کرتا ہوں اس کی۔ دروازہ کے قریب گیا۔ جھانک کر دیکھا۔ روپا جیجا جی کے کمرے سے نکل رہی تھی۔ گوپال حسد سے جل بھن کر خاک ہو گیا۔ جب روپا کمرے میں داخل ہوئی تو اس کو دیکھتے ہی برس پڑا۔

"جیجا جی کے کمرے میں کیا کرنے گئی تھی۔؟"

"چائے دینے اور گرم پانی کی بوتل لانے۔"

"کس کے لئے۔؟"

"دیدی کے لئے۔"

"کیا ہوا دیدی کو۔ کل شام میں جب نیکٹری جا رہا تھا۔ اس وقت

تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں۔"

"یقین نہ آئے۔ تو جاکر دیکھ لو۔ اتنا تیز بخار ہے۔ کہ ڈاکٹر بلوانا پڑا۔ ڈاکٹر نے دیکھ کر بتایا کہ آنتوں میں خرابی ہے۔ پھر دوائیاں بتائیں اور پیٹ سینکنے کو کہا۔

"نہ جانے مجھے کیا ہوگیا ہے۔ جب تم گھر میں میرے ہوتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہو۔ تو میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی اور سے بات کرو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے گوپال۔" "مجھے دیدی کی دیکھ بھال کرنی ہے۔ اور اگر جیجا جی چائے کے لئے کہیں گے تو وہ بھی مجھے تیار کرنی پڑیگی۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ دراصل میں تھک گیا ہوں۔ نروس بریک ڈاون ہوگیا ہے میرا۔" وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔

"اچھا ـــــ اب جاؤ۔ فیکٹری جانے کا ٹائم ہوگیا۔"

"روپا مجھے معاف کردو۔ میں حسد کی آگ میں جل رہا ہوں۔ اور کچھ نہیں۔"

"یہ حسد کی آگ نہیں گوپال۔ یہ پیار کی آگ ہے۔ اس میں ہم دونوں جل رہے ہیں۔ بڑے خوش قسمت ہیں ہم دونوں۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ پیار میں جلنا کوئی بری بات نہیں۔"

وہ پلنگ سے اٹھا۔ روپا کے قریب گیا۔ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہنے لگا۔

"سچ بات تو یہ ہے۔ کہ تم سے الگ ہونے کو جی نہیں چاہتا۔"

"اب ہٹو نا۔ یہ کوئی وقت ہے پیار کا۔ مجھے پانی گرم کرنا ہے دیدی کے لئے۔"

روپا زبان دکھا کر اور منہ چڑاتے ہوئے اس کی بانہوں سے الگ ہو گئی۔ اور رسوئی کی طرف چلی گئی۔ گوپال فیکٹری کی طرف روانہ ہو گیا۔

روپا رسوئی میں پانی گرم کر رہی تھی کہ رنگی لال آدھمکے۔

"گلاب جل ہے روپا جی۔؟"

"کس کے لئے چاہیئے گلاب جل نندوئی جی۔"

"مادھوری کا بخار بہت تیز ہو گیا ہے۔ ماتھا جل رہا ہے اسکا۔ گلاب جل کی پٹی رکھی جائے۔ تو یقیناً بخار کم ہو جائیگا۔"

روپا نے رنگی لال کو گلاب جل اور پٹی دی وہ دونوں چیزیں لیکر چلا گیا۔ مگر ایک دو منٹ کے بعد ہی پھر آدھمکا۔

"روپا جی۔"

"ہائے کیا ہوا۔ اس بار آپ کو تو بخار نہیں چڑھا نندوئی جی۔ کیا آپکو بھی گلاب جل اور پٹی دوں۔؟"

"جل کے بات نہ کیجئے روپا جی۔ بس ایک چھوٹی سی عرض ہے۔"

"فرمایئے۔"

"بھوک لگی ہے۔ بیسن کی پکوڑی اور چٹنی کھانے کو جی چاہتا ہے۔"

"کھلاتی ہوں۔ پہلے پانی گرم کر کے بوتل میں بھر دوں۔ اور آپ یہ بوتل لیجا کر پیٹ سنکئے دیدی کا تاکہ ان کا درد کم ہو جائے۔

"سودا منظور۔"

روپانے ربڑ کی تھیلی میں پانی ڈالا۔ اور تھیلی زنگی لال کے حوالے کر دی۔
جب زنگی لال جانے لگا تو روپا کہنے لگی۔ "اب جاؤ ڈیڈی کی سیوا کرنے۔"
"ذرا جلدی بھیجنا چٹنی اور پکوڑیاں۔" زنگی لال جاتے ہوئے بولا۔۔۔۔
"سیوا تو ہم آپ کی بھی کر دیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔"
تھوڑی دیر کے بعد جب روپا نے میز پر ٹرے رکھی تو زنگی لال گرم گرم
پکوڑیوں کی طرف لپکے۔ چٹنی لگا کر پکوڑی منہ میں رکھی اور کھاتے ہوئے بولے۔
"ارے واہ کیا لذیذ پکوڑیاں ہیں۔ کہ انگلیاں کاٹ کھانے کو جی
چاہتا ہے۔"
"تو کاٹ کھائیے نا اپنی انگلیاں۔" روپا نے چمک کر کہا۔
"اور جیسے ہی روپا جانے کے لئے مڑی زنگی لال نے روپا کا ہاتھ
پکڑ لیا۔
"ان ہاتھوں پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔"
روپا نے غصہ میں آکر ہاتھ چھڑا لیا۔ اور ناگن کی طرح پھنکارتی
ہوئی بولی۔
"بات بات تک رہے تو اچھا ہے۔۔۔ یہ ہاتھا پائی مجھے پسند نہیں۔"
"معاف کیجئے روپا جی آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ میرے دل میں کچھ نہیں۔
ہمدردی، ہنسی میں مذاق نہ چلے گا۔ تو یہ دن کیسے گزریں گے۔"
"نا۔۔۔۔ نا۔ یہ مذاق مجھے بالکل پسند نہیں۔" روپا نے غصہ میں کہا۔

"جو آپکو پسند نہیں وہ ہمیں کیوں پسند آنے لگا۔"
آگے سے خیال رکھے گا۔" یہ کہکر روپا چلی گئی۔
رنگی لال غصہ کو پی گیا۔ ہونٹوں کو بھینچ کر دیواروں کی طرف دیکھنے لگا۔

٭

اگلی صبح جب گوپال کمرے میں داخل ہوا تو روپا رسوئی میں تھی۔ کپڑے بدل کر وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور روپا کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت کمرے میں اندھیرا زیادہ تھا۔ روشنی کم (Shutters) گرا دیئے تھے۔ اتنے میں روپا داخل ہوئی۔ بیچاری کچھ شرمندہ سی تھی۔ کہ وہ دیر سے آئی۔ گوپال کے قریب پہنچی۔ آہستہ سے روپا نے گوپال کو آواز دی۔ گوپال نے جواب نہ دیا۔ روپا نے گوپال کے کان میں پھونک ماری۔

"کیا ہے۔؟" گوپال نے کروٹ لے کر کہا۔

"دودھ پی لو۔" اس نے گلاس سامنے کرتے ہوئے کہا۔ گوپال نے گلاس پر ہاتھ مارا۔ گلاس دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور ٹوٹ گیا۔ گوپال چیخ کر بولا۔ "ساری رات بیلوں کی طرح فیکٹری میں کام کرتے رہو۔ اور جب گھر واپس لوٹو تو پل بھر سونے کا سمے نہیں ملتا۔ اتنی دیر لگا دی دودھ لانے کے لئے۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ دیدی سخت بیمار ہیں۔ میں تمہارے لئے دودھ گرم کر رہی تھی۔ کہ نندوئی جی نے آکر کہا۔ ماد ھوری کے لئے ٹوٹ نبا کردو۔

ٹوسٹ تیار کرنے میں دیر لگ گئی نا۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"نند ولی جی۔ مادھوری جی۔ نند ولی جی۔ مادھوری جی۔ دن رات انہی کے نام کی مالا جپتی رہو۔ تمہیں میری تو فکر ہی نہیں۔ بس دن رات انہی کی سیوا کرتی رہو۔"

"ہائے رام ایسا نہ کہو۔ اگر میں تمہاری خدمت نہ کرونگی تو کس کی خدمت کرونگی گوپال میری زبان پر تمہارا نام رہتا ہے۔ میرے دل کی ہر دھڑکن تمہیں ہی پکارتی ہے۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے تمہیں یاد کرتی ہوں۔ تم خفا ہو جاؤ گے تو میرے جینے کا کوئی مطلب نہیں۔ دوبارہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔ تو یہ میری۔"

یہ سنتے ہی گوپال کا غصہ کافور ہو گیا۔ پیار سے بولا۔ "بیٹھو میرے پاس۔"

"نا۔ نا۔ میں تمہارے پاس نہیں بیٹھونگی۔ بڑا مہنگا پڑتا ہے تمہارا پیار۔" روپا شرما کر بولی۔ اور جدھر گوپال کے پاؤں تھے ادھر بیٹھ گئی۔ پھر گوپال کے پاؤں دابنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ گوپال نے ان آنسوؤں کو اپنے پاؤں پر گرتے دیکھا۔ تو اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ اس نے اٹھ کر روپا کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور پھر پیار بھرے لہجہ میں بولا۔

"مجھے معاف کر دو روپا۔ معاف کر دو مجھے۔"

☆

آج مادھوری کا بخار کم تھا لیکن سر میں درد تھا۔ اس لئے روپا مادھوری کی پیشانی پر گلاب جل کی پٹیاں رکھ رہی تھی۔ قریب ہی رنگی لال بیٹھا ہوا تھا۔ روپا گلاس میں پٹیاں رکھتی تھی۔ اور رنگی لال گلاب جل میں پٹیاں بھگو کر دے رہا تھا۔ پٹیاں لیتے ہوئے دونوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتیں۔ روپا فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیتی۔ اسی دوران میں گوپال آیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے، دیدی۔"

"پہلے سے بہتر ہے گوپال۔ روپا نے اتنی سیوا کی ہے۔ کہ ساری عمر اس کا احسان نہ چکا سکونگی۔"

"روپا اپنی نند کی سیوا نہ کریگی۔ تو پھر کس کی سیوا کریگی۔ اچھا چند دنوں کے اندر اندر میری دیدی بالکل ٹھیک ہو جائیگی۔ اچھا دیدی میں چلتا ہوں۔ دفتر جلدی پہنچنا ہے۔" یہ کہہ کر گوپال چلا گیا۔

مادھوری نے کراہتے ہوئے کہا۔ "میں کن لفظوں میں تیرا شکریہ ادا کروں روپا۔ تم نے اس بیماری میں میری اتنی سیوا کی ہے۔ کہ میری سگی بہن بھی اتنی سیوا نہ کر سکتی۔ آج مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ دولت کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ ایک درد مند دل کا ہونا بہت ضروری ہے روپا۔"

یہ سنتے ہی روپا کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ اس نے مادھوری

کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر بولی۔

"اگر سات جنم بھی میں تمہاری سیوا کرتی رہوں۔ دیدی جب بھی تمہارا احسان نہ چکا سکونگی۔ تم نے اس گھر میں سہارا دیکر مجھے ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لیا۔۔۔۔۔۔ اچھا دیدی۔ میں جاؤں ذرا رسوئی میں جاکر کچھ پکا لوں۔"

یہ کہہ کر روپا مادھوری کے کمرے سے باہر چلی گئی۔

مادھوری نے رنگی لال کی طرف دیکھ کر کہا۔" آپ بھی آرام کیجئے۔"

رنگی لال اپنی عادت سے کہاں باز آنیوالے تھے۔ دولت کے نشے نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ بگڑی ہوئی عادتیں سدھرتی نہیں۔ روپا کو دیکھ کر اس کا جسم کانپنے سا لگتا۔ رنگی لال اپنے دل کی حالت کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔ دوست یار کیا کہنے اگر ان کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ تو مفت میں بدنامی اور ٹھٹھا کے سوا اور کیا ملے گا۔ دل کو بہت سمجھایا۔ یہ کمبخت دل قابو میں کہاں رہتا۔ دراصل انہیں روپا سے محبت نہ تھی۔ اسے اپنی ہوس کا شکار بنانا چاہتے تھے۔ محبت اور پیار سے بات بن جائے۔ تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ حسن اور شراب کا رسیا اپنی ناکام تمناؤں کے آگے بے بس تھا۔

ایک شام رنگی لال برآمدے سے گزر رہے تھے۔ کہ سامنے سے روپا شلوار اور چست قمیص پہنے ہوئے آئی۔ چست قمیص اور تنگ شلوار میں روپا کا جسم اپنی ساری خوبصورتی کو نمایاں کئے ہوئے تھا۔

اس کی مناسب پنڈ لیاں ۔ اور کولہوں کا ابھار بے حد پسند آیا ۔ پتلی کمر کے اوپر بھرا ہوا سینہ ان کی نگاہوں کے آگے ناچنے لگا ۔ جب روپا قریب آئی تو رنگی لال نے کہا ۔

" درد سے سر پھٹا جا رہا ہے روپا ۔"

" ڈاکٹر کو دکھا دو نا ۔ " روپا نے اٹھلا کر کہا ۔

" اس وقت ڈاکٹر کہاں ملے گا ۔ ؟"

" فون کر کے بلوا لیجئے ۔"

" فون کرنے سے کیا فائدہ ۔ بام ہے تمہارے پاس ۔ ؟"

" دیکھتی ہوں ۔"

" اگر مل جائے تو میرے سر میں بام لگا دو بڑی مہربانی ہوگی ۔"

" پہلے گوپال کا کھانا تیار کر لوں پھر بام لگاؤں گی ۔ "

" گوپال تو صبح آئے گا اس وقت کھانا تیار کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ ؟"

" میں رات کو ہی کھانا تیار کر لیتی ہوں ۔ "

" اچھا کر لو ۔ میں انتظار کرتا ہوں تمہارا ۔ جلدی آنا سخت درد ہے ۔ میرے سر میں ۔ برداشت کرنا مشکل ہے روپا جی ۔ "

یہ کہہ کر رنگی لال اپنے کمرے کی طرف چلے گئے ۔ کمرے کے اندر پہنچ کر وہ اپنے پلنگ پر لیٹ گئے ۔ عجیب سا تشنج اس کے جسم پر طاری تھا ۔ الماری سے وسکی کی بوتل نکالی ۔ فرج سے سوڈا ۔ اور میز پر رکھے ہوئے گلاس میں ایک پٹیالہ پیگ ڈالا ۔ اور غٹا غٹ پی گیا ۔ آہستہ آہستہ سرور آنے لگا ۔

آنکھوں میں سرخی کے ڈورے لہرانے لگے۔ جلدی سے ایک اور پیگ پی لیا۔ نگاہوں کے آگے روپا کی تصویر گھومنے لگی۔ سڈول اور گول پنڈلیوں کے اوپر لہراتا ہوا جوان جسم ابھری ہوئی چھاتیوں کا زیر و بم مسکراتا ہوا چہرہ بے شوخ آنکھیں، سانچے میں ڈھلا ہوا چنچل جسم گناہ کی طرف راغب کر رہا تھا۔ اس وقت وہ بھول گیا۔ وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔ گوپال سے اس کا کیا رشتہ ہے۔ روپا اس کی کیا لگتی ہے۔ اخلاقی قدریں۔ انسانی رشتے۔ سب ہوس کاری کے کھرل میں پس گئے۔ اور اس کی جگہ ایک خواہش نے لی۔ جو خنجر کی طرح تیز طرار تھی۔ اس وقت زنگی لال ایک بھوکے بھیڑیے کی طرح تھا۔ جو اپنے شکار پر جھپٹنے کے لئے پر تول رہا تھا۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ زنگی لال نے جلدی سے گلاس اور بوتل کو چھپا دیا۔ اور آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے روپا کھڑی تھی بام کی شیشی لئے ہوئے۔

"مل گیا بام روپا۔"

روپا ایک لمحہ کے لئے ہچکچائی۔

"مجھ سے شرم کس بات کی۔ میں سخت درد ہے۔ ذرا سی مالش کر دو پھر چلی جانا۔"

روپا اندر آ گئی۔ زنگی لال نے دروازہ بند کر دیا۔ اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

"ڈرو نہیں۔ ذرا ماتھے پر بام مل دو۔"

روپا کو غیر شعوری طور پر اس کا اندازہ ہو گیا۔ کہ وہ جال میں پھنس گئی

ہے۔ پھر بھی اسے یقین نہ آرہا تھا۔ کہ رنگی لال اتنا گرا ہوا آدمی ہو سکتا ہے۔

"ڈرو نہیں روپا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں شبیر تو نہیں۔"

روپا اس کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اور شیشی سے بام نکال کر رنگی لال کی پیشانی پر مالش کرنے لگی۔

"تیرا ہاتھ لگتے ہی درد کم ہونے لگا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے ـــــ اب تو جنت میں پہنچ گیا ہوں۔"

.

گوپال کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ اس لئے وہ فیکٹری میں کام نہ کر سکا۔ چھٹی لیکر وہ گھر لوٹا۔ آج تو ایک گھنٹہ بھی فیکٹری میں نہ ٹھہرا تھا۔

جب وہ گھر پہنچا اور اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا تو یکایک رنگی لال کے کمرے کی کھڑکی پر اس کی نگاہ اٹھ گئی۔ کھڑکی پر روپا کا سایہ دکھائی دیا۔ جو رنگی لال کے سر پر جھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ایک عورت اور مرد کا سایہ غصے سے گوپال لال پیلا ہو گیا آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ کمرے میں جا کر اس نے منتر اٹھایا۔ اور رنگی لال کے کمرے کی طرف لپکا۔

روپا مالش کر رہی تھی۔ رنگی لال بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اچانک رنگی لال نے روپا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اسے اپنی طرف کھینچا ـــــ کھڑکی کے فریم پر یوں دکھائی دیتا تھا۔ جیسے ایک عورت مرد پر جھکی ہوئی ہے۔ گوپال نے ایک زور کا دھکا مارا مگر دروازہ نہ کھلا۔

پھر گوپال نے اپنے پورے زور سے اپنے آپ کو دروازہ پر مارا دروازہ ٹوٹ کر الگ ہوگیا۔ داخل ہوتے ہی رنگی لال نے گوپال کو دیکھ لیا۔ اور زور سے چلایا۔

"بے حیا۔ بے غیرت۔ چھنال۔ تجھے اس وقت یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اری بدبخت جس نے تجھے سہاگن بنایا اس کا سہاگ لوٹنا چاہتی ہے۔ جس نے تیری مانگ میں سندور بھرا اس کے سندور کو تو پوچھنا چاہتی ہے — نکل جا میرے کمرے سے۔"

گوپال نے سنتے ہی روپا کو دو چار چانٹے رسید کئے۔ روپا نے روتے ہوئے کہا۔

"یہ سب جھوٹ ہے — جھوٹ ہے گوپال۔ میری بات تو سنو گوپال۔ میں تو بام لگانے آئی تھی۔"

"چپ رہ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔ میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ تو اسقدر ذلیل۔ گھٹیا اور نیچ ہوسکتی ہے۔"

گوپال نے روپا کو ہنٹروں سے مارنا شروع کیا۔

ہنٹر چھین کر رنگی لال نے کہا۔ "کیا اسے قتل کر دو گے گوپال۔؟"

"میرے اور روپا کے بیچ آپ نہ آئیے۔ کہیں میرا ہاتھ آپ پر بھی نہ اٹھ جائے۔"

گوپال روپا کو گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا۔ گالیاں دیتا ہوا۔ گھونسوں اور جوتوں سے مارتا ہوا۔ روپا کو گھسیٹتا ہوا مادھوری کے کمرے کے سامنے سے گزرا۔ مادھوری چیخ پکار سنکر کمرے سے باہر نکلی دیکھا تو روپا لہولہان تھی۔ اور گوپال ایک قصائی کی طرح اسے مار رہا تھا۔ مادھوری سے رہا نہ گیا ــــــ چلا کر بولی ــــ بھیا۔ بھیا کیا کر رہے ہو۔ اس بیچاری نے کیا اپرادھ کیا ہے۔ کیوں اُسکو پیٹ رہے ہو"

"یہ پوچھو کہ اس نے کیا نہیں کیا ــــ میں نے اس کے لئے اپنے خاندان کی عزت کو نیلام کر کے اپنا جیون ساتھی بنایا۔ اور اس نے میرے خلوص پیار اور محبت کا یہ صلہ دیا۔"

روپا روتی رہی کچھ نہ بولی۔

"میں تجھے آگے نہ جانے دونگی۔ بتا اس کا کیا قصور ہے۔؟"

"جاکے جیجا سے پوچھ لو۔ مجھے بتاتے ہوئے شرم آتی ہے میرے پاس وہ الفاظ نہیں جو اس کے گناہ کو بیان کر سکیں۔"

گوپال روپا کو گھسیٹتا ہوا آگے لے گیا۔ مادھوری نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا۔

"چھوڑ دو اسے۔ چھوڑ دو بھیا۔"

گوپال نے مادھوری کو دھکا دیا۔ مادھوری چیخ مار کر گر پڑی۔ اور بیہوش ہو گئی ــــ رنگی لال مادھوری کو اٹھا کر لے گیا۔

"جس گھر میں اس کا سایہ پڑیگا۔ وہ خاک وسیاہ ہو جائیگا

نیتا جی نے ٹھیک ہی کہا تھا — کہ ان ناچنے والیوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ میں نے نیتا جی کی بات نہیں مانی۔ آج مجھے پتہ چل گیا ناچنے والی عورت کبھی شریف نہیں بن سکتی۔ چھنال۔ حرامزادی۔ چل نکل اس گھر سے۔"

گوپال روپا کو گھسیٹتا ہوا سیڑھیوں کی طرف لے گیا۔ روپا نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی وہ گوپال کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ اس کا پاؤں پھسلا اور سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی نیچے گری۔ گوپال نے اس کا پیچھا کیا۔ اور بڑے دیوان خانے سے گھسیٹتا ہوا۔ باہر کے بڑے دروازے تک لے آیا۔ پھر دروازہ کھولا۔ اور دھکا دیکر روپا کو باہر نکال دیا۔ اور دروازہ اندر سے بند کر دیا

"گوپال — گوپال — سنو تو — ارے بھگوان کا تو خوف کرو۔ میں بالکل بے گناہ ہوں۔ بالکل بے گناہ — گوپال میرے سوامی میں تیرے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ دروازہ کھول دو — مجھ پر اتنا ظلم نہ کرو۔ گوپال میں ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں۔ میں بھگوان کرشن کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ میں بالکل بے گناہ ہوں۔ میں تیرے بچے کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ جو میرے پیٹ میں ہے کہ میں بے گناہ ہوں گوپال میں بے گناہ ہوں۔ دروازہ کھول دو۔ گوپال دروازہ کھول دو۔

وہ دروازہ پر مکے مارتی رہی۔ دروازہ کھٹکھٹاتی رہی۔ روتی رہی۔ چیختی رہی۔ چلاتی رہی۔ مگر حویلی کا بے رحم دروازہ نہ کھلا۔ گھر کا کوئی

آدمی اس کی مدد کرنے نہ آیا۔ سب نوکر چاکر ڈرے اور سہمے ہوئے تھے۔!

"ہائے رام میں کہاں جاؤں کس سے اپنے دل کی بات کہوں۔ کون میری سنے گا۔ فریاد ـــــ دنیا اتنی بے رحم اور بے درد کیوں ہے۔"

وہ روتی ہوئی اٹھی۔ اور دل کو مضبوط کر کے اس بے رحم دروازہ پر آخری نگاہ ڈال کر لڑکھڑاتی ہوئی چل پڑی۔

٭

وہ بھاگ رہی تھی۔ جب بھاگتے بھاگتے تھک گئی۔ تو آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ پھر ایک ویران سی گلی میں داخل ہوئی۔ اچانک اسے ٹھوکر لگی۔ وہ گر گئی۔ جب اٹھنے لگی۔ تو اس کی نظر ایک چاقو پر پڑی اس نے چاقو اٹھا لیا۔ اب زندہ رہ کر کیا کرونگی۔ نہ کوئی سہارا دینے والا ہے نہ پناہ دینے والا۔ باپو نہ جانے کہاں ہوں گے۔ روپا کی آنکھوں میں ایک درندگی سی آگئی۔ ہونٹ ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ روپا نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی نہ تھا۔ اگر اس چاقو سے اپنا پیٹ چاک کر لوں۔ تو ہمیشہ کے لئے دکھ درد سے نجات مل جائیگی۔ اس نے پیٹ میں چاقو گھونپ لینے کے ہاتھ اٹھایا۔ کہ اندر سے آواز آئی "ماں۔ ماں۔ ماں۔"

روپا نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کون تھا۔ کس نے اسے

ماں کہہ کر پکارا تھا۔ گلی میں تو کوئی نہ تھا۔ اچانک اسے خیال آیا۔ کہ اس کے پیٹ میں ایک ننھی سی جان ہے۔ اسے اپنے آپ کو مارنے کا حق تھا۔ مگر اس ننھی سی جان کو مارنے کا حق نہ تھا۔ یہ ننھی سی جان تھوڑے سے ہی عرصہ میں اس دنیا کو دیکھنے کے لئے تڑپے گی۔ اپنے آپ کو مار لینے سے اس ننھی سی جان کو قتل کرنا تھا۔ اور کچھ نہیں۔

روپا نے چاقو کو پھینک دیا۔ اور آہستہ آہستہ آگے چلنے لگی۔ وہ کہاں جائے۔ کدھر جائے۔ اتنے لوگ آ رہے ہیں جا رہے ہیں کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا۔ کوئی بھی نہیں کہتا چلو میرے گھر۔ کوئی نہیں پوچھتا تیرے ساتھ کس نے اتنی بے انصافی کی ہے۔

روپا کا گلا سوکھ گیا۔ زبان باہر نکلنے لگی۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ چلتے چلتے سامنے اسے ایک کنواں نظر آیا۔ پیاس لگی ہوئی تھی۔ مگر پانی پینے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اس وقت مرنے کو جی چاہتا تھا۔ روپا کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اس کنوئیں میں کود جائے۔ اور اپنی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔

اس وقت کنوئیں پر کوئی نہ تھا۔ روپا آگے بڑھی۔ وہ کودنا ہی چاہتی تھی کہ پھر آواز آئی۔ "ماں ۔ ماں ۔ ماں ۔"

روپا کے پاؤں کو بریک لگ گئی۔ وہ تیزی سے مڑی۔ اور بھاگی۔ اس ننھی سی جان کو بچانے کے لئے۔ راستہ میں ایک بچہ سے ٹکرائی بچہ گر پڑا اور رونے لگا۔ روپا نے بچے کو اٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ اور

اسے چُپ کرا کے آگے نکلی۔ اور پاگلوں کی طرح گلیوں۔ بازاروں اور سڑکوں پر گھومنے لگی۔ اب آبادی سے کافی دور آچکی تھی۔ دور سے اسے ریلوے لائن نظر آئی۔ ریل کی پٹڑی پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ روپا نے دوڑ کر پٹڑی پر سر رکھ دیا۔ گاڑی آ رہی تھی۔ یکا یک پھر اس کے کانوں میں آواز گونجی۔ "ماں۔ ماں۔ ماں۔"

اس نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ اس وقت روپا کسی کی آواز سننے کے لئے تیار نہ تھی۔ گاڑی تیزی سے بڑھی چلی آ رہی تھی۔ اب بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ کہ اچانک ایک بوڑھے سگنل مین کی نظر روپا پر پڑی۔ اس نے دوڑ کر روپا کو کھینچ لیا۔ گاڑی آگے نکل گئی۔ جب بوڑھے سگنل مین نے روپا کو اپنی بانہوں میں اٹھایا تو اس نے دیکھا کہ روپا بے ہوش ہو چکی تھی۔

جب روپا کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اس پر ایک ڈاکٹر جھکا ہوا تھا۔ سگنل مین کا نام شکتی تھا۔ وہ روپا کو ہوش میں دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"ڈاکٹر صاحب بہت بہت شکریہ آپ کا ——— ارے ماتی ادھر آنا۔"

شکتی کی بوڑھی بیوی ماتی دوڑتی ہوئی آئی۔ "ہائے میں واری جاؤں۔ تم پہ۔ پرماتما تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے اس بچی کی زندگی بچالی۔"

ڈاکٹر نے ایک اور انجکشن دیا۔ اور گنگل بین سے کہا۔ "یہ دوا بازار سے لے آؤ۔ اور ہاں۔ خیال رہے۔ عورت پیٹ سے ہے۔"

"ہائے رام۔ پیٹ سے ہے یہ ڈاکٹر جی۔؟"

"ہاں۔ یہ عورت پیٹ سے ہے اچھی طرح دیکھ بھال کرنا اس کی۔"

"میری کوئی بیٹی نہیں تھی۔ آج سے یہ میری بیٹی ہے۔ ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر نے جاتے ہوئے روپا کو دیکھا۔ اور کہا۔ "گھبراؤ نہیں تم ٹھیک ہو جاؤگی"۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

یہاں رہتے ہوئے روپا کو تین چار ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ واقعی شکتی۔ اور ماتی نے روپا کی بڑی سیوا کی شکتی غریب ضرور تھا۔ مگر دل کا بہت امیر تھا۔

روپا کو ذرا سی تکلیف ہو جاتی۔ تو ماتی کو خوب ڈانٹتا۔ بوڑھیا نے خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ رکھی ایک دن روپا ماتی سے کہنے لگی۔

"ماں تم نے میری اتنی سیوا کی ہے۔ اس کا صلہ کیسے چکا سکونگی۔

"بیٹی میں نے تجھے اپنی بیٹی سمجھ کر تیری سیوا کی ہے۔ کوئی لالچ نہیں ہے مجھے۔"

"میں بہت چھوٹی سی تھی۔ جب میری ماں مرگئی۔" یہ کہتے کہتے روپا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا۔ کہ ماں اپنی بیٹی

سے کیسے اور کتنا پیار کرتی ہے ۔ آج مجھے دونوں چیزیں مل گئیں ۔ ماں کا پیار بھی ۔ "

"کھانا تیار ہے لے آؤں ۔؟"

"بڑی بھوک لگی ہے ماں ۔"

" بھوک کیوں نہ لگے گی بیٹی تیرے اندر ایک جان اور بھی ہے نا۔"

روپا نے شرما کر سر جھکا لیا ۔

٭

جب روپا کو گوپال نے گھر سے نکالا تھا۔ اسی دن سے مادھوری کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی ۔ یہاں تک کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ گوپال نے نارو یکر شاکر امراؤ سنگھ کو بلا لیا۔ بہت سے ڈاکٹر بلائے گئے۔ مگر مادھوری کی حالت نہ سدھری ۔ ایک ڈاکٹر نے تو صاف صاف کہہ دیا ۔ کہ مادھوری کو کوئی بیماری نہیں ۔ نہ ہی آنتوں کی کوئی بیماری ہے ۔ نہ پھیپھڑے خراب ہیں ۔ اور نہ ہی گردے ۔ انہیں کوئی ایسا شاک لگا ہے ۔ جسکی وجہ سے یہ دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہیں ۔ ساتھ ہی نروس سسٹم خراب ہے ۔ دوائیوں سے یہ ٹھیک نہ ہونگی ۔

" تو پھر کیسے ٹھیک ہوگی ۔" امراؤ سنگھ نے کہا ۔

" ان کے اندر جینے کی تمنا مر چکی ہے ۔

" لیکن کیوں ۔ ؟ "

"ریفو سے پوچھے گا وہی اس بات کا جواب دیگی۔"

یہ کہہ کر ڈاکٹر چلا گیا۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ نے رنگی لال اور گوپال کو کمرے سے باہر بھیجا۔

"کیا تیرے دل و دماغ پر کوئی بوجھ ہے بیٹی۔ جو تو بتانا نہیں چاہتی۔ اور جس کی وجہ سے تو اتنی بیمار ہے۔"

"نہیں پتا جی۔"

"مجھے بتا دے بیٹی۔ میں تیرے لیے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں تیرا دکھ دیکھ نہیں سکتا۔" اتنا کہہ کر ٹھاکر امراؤ سنگھ کا گلا رندھ گیا۔ وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولے ——"کیا میں تیرا کوئی نہیں لگتا بیٹی۔ تو مجھ سے کیوں چھپاتی ہے۔ اپنا درد مجھے کس بات کا غم ہے۔ بتا تو سہی بیٹی۔"

"آپ بیکار گھبرا رہے ہیں۔ میں اچھی ہو جاؤنگی پتا جی۔"

"تو مجھے کچھ نہیں بتائے گی۔؟"

"کچھ ہو تو بتاؤں پتا جی۔؟"

ٹھاکر امراؤ سنگھ نے بہت زور لگایا۔ مادھوری نے کچھ نہ بتایا۔ رات کو جب رنگی لال اس کے کمرے میں آیا۔ تو مادھوری کا موڈ بدلا ہوا تھا۔

"تم نے سن لیا ڈاکٹر نے جو کچھ کہا تھا۔ مادھوری۔"

"ہاں سن لیا۔"

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمہیں جینے کے لئے لڑنا ہوگا۔"

"بس اب جی کے کیا کرو گی۔" مادھوری غصے میں آکر بولی۔ "میں کب تک تمہاری گھٹیا اور گندی حرکتوں کو دیکھتی رہوں۔ اور چپ رہوں۔ میری زندگی تو تم نے تباہ کر دی۔ تم نے میرے بھائی کا جیون بھی برباد کر دیا۔ اور اس کے علاوہ ایک معصوم لڑکی پر جھوٹی تہمت لگائی۔"

"روپا معصوم نہیں تھی۔" رنگی لال نے دبی زبان میں کہا۔

"جھوٹ مت بولو۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ تم نے پہلی بار اس قسم کی حرکت نہیں کی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار اس قسم کی گھٹیا حرکتیں کر چکے ہو۔ اور نہ جانے اس کے بعد بھی کب تک ایسی ہی حرکتیں کرتے رہو گے۔ ڈاکٹر ٹھیک کہتا ہے۔ کہ مجھے کوئی بیماری نہیں۔ میں ڈاکٹر سے کیا کہوں۔ اپنے پتا جی سے کیسے کہہ دوں کہ میرا پتی عیاش ہے۔ بدمعاش ہے۔ اسے کھوٹے کھرے کی تمیز نہیں۔ برے بھلے کی پہچان نہیں۔ اپنے اور پرائے کا خیال نہیں۔ وہ اتنا بے شرم ہے کہ اس کی مثال دنیا میں نہ ملے گی۔ میں کب تک ان ذلیل حرکتوں پر پردہ ڈالتی رہوں۔ اور جہنم کی آگ میں جلتی رہوں۔ میں پتا جی کے آگے تیری پول کھول دوں گی۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں میرے لئے۔"

"نہیں مادھوری نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ میں تمہارے پتا جی کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے گر جاؤں گا۔"

"اگر تم چاہتے ہو کہ میں بچ جاؤں۔ تو مجھے دل کا بخار نکالنے دو۔ مجھے ساری دنیا سے کہنے دو۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ ذلیل ہو۔ نیچ ہو۔ اور بدمعاش ہو۔ تمہارے میں نہ کسی کی بہو کی عزت ہے۔ نہ کسی کی بیٹی کی۔ نہ کسی کی ماں کی۔ تم ہوس کے بندے ہو۔ اور سر سے لیکر پاؤں تک گندے ہو۔ میں آج ہی پتا جی ......"

"میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں مادھوری۔ ٹھاکر صاحب سے کچھ نہ کہنا۔"

"جانتے ہو پرماتما کا قہر مجھ پر اور تم پر ٹوٹا ہے۔ آج تک میری کوکھ خالی ہے۔ پرماتما تم سے اور کیا انتقام لے گا۔ یہ کبھی سوچا تم نے۔"

"مجھے معاف کر دو مادھوری۔ میں قسم کھاتا ہوں تمام دیوی اور دیوتاؤں کی۔ کہ میں آج سے صاف اور پاک جیون گزار دونگا۔ قسم کھاتا ہوں تیرے پاؤں چھو کر۔ کہ میں کبھی کسی کی طرف بری نگاہ سے نہیں دیکھوں گا۔ دیکھ میں کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوں۔ میں توبہ کرتا ہوں آج سے۔ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ اور ٹھاکر صاحب سے کچھ نہ کہنا۔" یہ کہہ کر رنگی لال رونے لگا۔

رنگی لال پہلی بار رویا تھا۔ مادھوری کے سامنے۔ مادھوری اس کے آنسوؤں کو دیکھ کر پسیج گئی۔

"اچھا — نہیں کہونگی۔ ہاں یاد رکھنا جتنی قسمیں کھائی ہیں۔

ان پر عمل کرنا۔ ورنہ تمہیں کوڑھ ہو جائیگا۔"

ابھی چند دن ہی ہوئے تھے۔ کہ مادھوری کی طبیعت ٹھیک ہونے لگی۔ امراؤ سنگھ۔ رنگی لال۔ اور گوپال خوش تھے۔ کہ مادھوری آہستہ آہستہ صحت یاب ہو رہی ہے۔ نئے ڈاکٹر کا علاج کافی تسلی بخش تھا۔

انہی دنوں امراؤ سنگھ کی بیوی کا تار آیا۔ کہ رکمنی کی سگائی کنور جوگیندر سنگھ سے طے پائی ہے۔ آپ جلدی آیئے۔" تار لیکر ٹھاکر امراؤ سنگھ مادھوری کے پاس پہنچے۔

"بیٹی تمہیں ایک خوشخبری سناؤں۔"

"ترس گئی ہوں اچھی خبر سننے کے لئے پتا جی۔ کیا کوئی خط آیا روپا کا۔؟"

"اس کلنکنی کا میرے سامنے نام نہ لو۔"

"پتا جی۔ وہ۔"

"مادھوری اگر تم نے روپا کے بارے میں کچھ بھی کہا۔ تو میں چلا جاؤنگا۔ یہاں سے۔"

"اچھا پتا جی۔ میں کچھ نہیں کہتی۔"

"ہاں تو میں کہنے والا تھا۔ کہ تیری ماں کا تار آیا ہے۔ کہ انہوں رکمنی کے لئے بر تلاش کر لیا۔"

مادھوری کے چہرے پر رونق آگئی۔

"کون ہے وہ لڑکا۔؟"

"کنور جوگندر سنگھ۔ راجہ مادھوراؤ کا لڑکا۔ بہترین خاندان ہے۔ مادھوری اس سے بہتر بر نہیں مل سکتا۔"

"مبارکباد۔ آپ کو تپا جی۔"

"اگر تم اجازت دو تو ہم کل یہاں سے چلے جائیں۔ منگنی کی رسم ادا کرنی ہوگی۔ اور اس کے لئے تیاریاں ابھی سے کرنا پڑیں گی نا۔"

"اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے تپا جی۔ میں اب ٹھیک ہو رہی ہوں۔ آپ میری بالکل چنتا نہ کیجئے۔ اور گوپال کو ساتھ لیجائیے۔"

اتنے میں گوپال اور رنگی لال آ گئے۔ ٹھاکر صاحب نے ان دونوں کو خوشخبری سنا دی۔

"گوپال تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" امراؤ سنگھ نے کہا۔

"مگر یہاں کا کام کاج تپا جی۔؟"

"وہ میں سنبھال لونگا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ گوپال۔" رنگی لال نے جواب دیا۔

"ہاں۔ بھیا تم ضرور جاؤ۔ تمہیں دیکھ کر رکمنی کتنی خوش ہوگی۔ اب میں اچھی ہو رہی ہوں۔"

"میں تمہیں ساتھ نہ لے جاتا۔ اگر رکمنی کی سگائی کی بات نہ ہوتی۔ گوپال ہمارا کیا ٹھکانا۔ دل کا مریض ہوں۔ اب زیادہ کام نہیں ہوتا۔ کون جانے کس وقت اوپر والا بلا لے۔"

"ایسی باتیں نہیں کرتے تپا جی۔"

"اب بھروسہ نہیں رہا اپنے آپ پر بیٹی ۔"

"پتا جی ایسی باتیں نہ کیجئے ۔ پرماتما کرے آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رہے ۔"

اگلے دن ٹھاکر امراؤ سنگھ ۔ اور گوپال ۔ شام گڑھ کے لئے روانہ ہو گئے ۔

٭

شام گڑھ پہنچتے ہی گوپال چونی لال سے ملا۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ گوپال چونی لال کو لیکر اس جگہ پہنچا جہاں روپا سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

یہیں ملا تھا روپا سے پہلی بار۔"

"تم نے اچھا نہیں کیا گوپال۔ گھر سے روپا کو نکال کر۔ کوئی خط نہیں آیا آسکا۔؟"

"کوئی نہیں۔"

"کہاں ہے روپا۔؟"

"مجھے کیا معلوم۔؟"

"یاد آتی ہے روپا کی۔؟"

"کیا بتاؤں چونی ۔ عجیب حالت ہے دل کی ۔ جو کچھ آنکھوں نے دیکھا ۔ اس پر یقین کر کے میں نے اسے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا ۔ وہ حاملہ تھی ۔ اور وہ رو رو کر کہہ رہی تھی ۔ میں بے گناہ ہوں گوپال ۔۔ میں بے گناہ ہوں، لیکن میں نہ مانا ۔"

"تم نے جلد بازی سے کام لیا گوپال ۔"

"نہیں چونی ۔ میری آنکھوں نے مجھے دھوکا نہیں دیا ۔ غلطی میری ہے ۔ میں نے ایک آوارہ لڑکی سے شادی کر لی ۔ اور اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں ۔ پتا جی کی بات مان لیتا ۔ تو شاید اتنا غم نہ اٹھانا پڑتا ۔ روپا کو بھولنے کی کوشش کر رہا ہوں ۔"

"معلوم ہوتا ہے ابھی تک بھلا نہ سکے ۔" چونی نے پیار بھرے لہجہ میں کہا ۔

"ہاں دوست نہیں بھلا سکا ۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ روپا نے ایسی حرکت کی ہو ۔"

"اب یقین دلانے سے کیا فائدہ چونی ۔ جو ہونا تھا ہو چکا ۔ روپا اب میری زندگی میں کبھی نہیں آ سکتی ۔"

٭

شبیر سنگھ اپنے سجے ہوئے دیوان خانے میں بیٹھے تھے ۔ جاپ لوسول کا جمگھٹا لگا ہوا تھا ۔ ہر آدمی ایک دوسرے سے بازی لیجانے پر تلا

ہوا تھا۔ شبیر سنگھ مزے سے اس ماحول کا لطف لے رہا تھا۔ گفتگو نہ لبنیٰ کی زبوں حالی پر ہو رہی تھی۔ نہ ہی انسانیت اور شرافت پر اور نہ ہی شاستروں پر بلکہ طوائفوں اور رقاصاؤں پر ہو رہی تھی۔

"حضور ایک نئی طوائف جلوہ گر ہوئی ہے۔ کیا عرض کروں سرکار۔ گوری گوری صراحی دار گردن ہے۔ جب پانی پیتی ہے تو گردن سے پانی نیچے اترتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔"

"ارے کس طوائف کا ذکر لے بیٹھے۔ چھی چھی۔" الفت رائے۔ گلوری منہ میں ڈالتے ہوئے بولے۔ "صراحی دار گردن کی مثال پرانی ہو گئی۔ اماں ابھی ہم بمبئی ہو کے آئے۔ کیا کیا نظارے دیکھے رات کی نیند بھی حرام ہو گئی۔ دل کا چین اڑ گیا جناب۔"

"ارے کیا دیکھا۔ کوئی لنگور دیکھ آئے کیا۔ جو تیا تے ہوئے شرماتے ہوئے"

"میرے حضور۔ ایسی ایسی لونڈیاں دیکھیں۔ قسم بھگوان کی سردار۔ مذہب، ایمان۔ ضمیر سب کچھ بیچنے کو جی چاہتا ہے۔"

اماں چھوڑو آگے تو بڑھتے نہیں۔ بس یونہی زبان کا مزا خراب کیے جا رہے ہو۔ میں اچھا خاصہ امراؤ بیگم کی بات کرنے والا تھا۔ کہ آپ بمبئی کی لونڈیوں کا ذکر لے بیٹھے۔" بھگوان کی قسم جو مزا پرانی شراب میں ہے اس کی جگہ ماڈرن وہسکی کیا لے گی۔

"اماں رہنے دو۔" الفت رائے اپنی ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھتے ہوئے بولے۔

"ذرا چھالیا دینا ——— تو ہاں حضور بھگوان آپکی عمر دراز کرے۔"

"کس امراؤ بیگم کا ذکر لے بیٹھے۔ وہی محبت کرنے کا پرانا ڈھنگ کچھ شرمائی ہوئی۔ بل کھائی ہوئی۔ لجائی ہوئی آئیگی۔ میاں اب محبت کرنے کے ڈھنگ بدل گئے ہیں۔ کیسی شرم کیسی لاج۔ کیسا پیار سب بیکار۔ سرکار جس کی طرف دیکھو اندر کے دربار کی اپسرا دکھائی دیتی ہے۔ پتہ نہیں چلتا سرکار یہ بکاؤ مال ہے یا کسی اچھے خاندان کی لونڈیا ہے۔ اور پھر ایسی بے پردگی۔ توبہ۔ توبہ۔ حسن سستا پڑا ہے حضور ——— اب تو سرکار روپیہ خرچ کرنا بیکار سی بات لگتی ہے۔ چاروں طرف حسیناؤں کا جمگھٹا ہے۔ کوئی غرض کرنے والا ہو۔ بس کمر میں ہاتھ ڈالا اور لے چلے۔"

"اور کسی نے جوتوں سے طبیعت صاف کر دی تو۔"

"کس کی مجال ہے سرکار۔ کہ کوئی ہاتھ لگا سکے۔ ذرا بری نظر سے دیکھے تو سہی۔ دشمن کی آنکھیں نکال لوں سرکار۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ منشی جی آگئے۔ سب نے منشی کی طرف دیکھا۔ اور پھر ٹھاکر شیر سنگھ کی طرف۔ شیر سنگھ نے آنکھ کے اشارے سے سب کو سمجھا دیا۔ کہ سب چلے جائیں تو اچھی بات ہوگی۔

سب لوگ چلے گئے۔ شبیر سنگھ نے حقّہ کا دم لگا کر منشی جی سے کہا۔ "کیا بات ہے منشی جی۔؟"

"بڑی دور کی کوڑی لایا ہوں سرکار۔ آپ تو بڑی جلد بھول جاتے ہیں۔ سرکار میں آپ کی مانگوں کو ڈائری میں نوٹ کر رکھتا ہوں۔"

"ہمیں معلوم ہے ہمارا منشی ہمارے دل کی بات جانتا ہے کہو منشی کیا خبر لائے۔؟"

"امراؤ سنگھ کا بیٹا گوپال آگیا ہے سرکار۔"

"تو کیا ہوا۔؟"

"روپا نہیں آئی سرکار۔"

"کیا رگِ جاں پر تم نے انگلی رکھی ہے منشی۔ ارے روپا مادھوری کے پاس ہوگی اور کہاں جائیگی۔؟"

"نہیں حضور کوئی گڑبڑ ہے ضرور۔ گوپال آئے گا تو پوچھیے گا۔"

"وہ کیوں آنے لگا میرے پاس۔؟"

"کیا آپ کو معلوم نہیں سرکار کہ رکمنی کی سگائی ٹھاکر جوگیندر سنگھ سے ہو رہی ہے۔"

"اوہ — تو اس موقعہ پر روپا کو آنا چاہیئے۔"

"یہی تو میں کہتا ہوں۔ سرکار کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھایئے۔ روپا نہیں آئی۔ اور کیوں نہیں آئی۔ ذرا سوچیے تو سہی۔ گوپال ضرور دعوت نامہ دینے آئیگا۔ بس اس موقعہ کو جانے نہ دیجیئے پھر میرے

ہتھکنڈے دیکھئے۔"

منشی جانے کے لئے اٹھا۔

شبیر سنگھ نے منشی کے ہاتھ میں ایک سو کا نوٹ پکڑا دیا۔

"ارے سرکار اس کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو خادم کو شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"شرمندہ کہاں کر رہا ہوں منشی۔ آگ پر تیل چھڑک رہا ہوں تاکہ یہ آگ اور بھڑکے —— اور ہمارے دل کی حسرتیں جلد پوری ہوں۔"

"سرکار پوری نہیں ہونگی تو میری زندگی کا چکر کیسے چلے گا پھر حضور کی دعا سے ہم جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتے۔ اچھا سرکار رام رام۔"

ﭑ

رکمنی کی سگائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں۔ دعوت نامے تقسیم کئے جا رہے تھے۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ نے گوپال کو بلوایا اور کہا —— "بیٹا یہ دعوت نامہ ٹھاکر شبیر سنگھ کو بھجوا دو۔"

"پتاجی کیا ٹھاکر شبیر سنگھ کو بلانا بے حد ضروری ہے۔ وہ تو ہمارا جانی دشمن ہے نا۔"

"خوشی کے موقعہ پر دشمنی نہیں دیکھی جاتی بیٹا۔"

"پھر بھی پتاجی وہ ہمارا دشمن ہے۔"

"گوپال ہم شہر کے تمام عزت دار امیر لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں اگر ٹھاکر شیر سنگھ کو دعوت نہ دی تو برا مان جائیگا۔ اور اسی بہانے سے کوئی ایسی ذلیل حرکت کریگا جس سے ہمیں بے عزت ہونا پڑیگا۔ اس لئے بیٹے یہ دعوت نامہ تم خود ان کے پاس پہنچا دو۔"

گوپال کا جی تو نہ چاہ رہا تھا۔ پھر بھی حالات کی نزاکت کو سمجھ کر شیر سنگھ کی بارہ دری کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ شیر سنگھ کی بارہ دری میں پہنچا اسے اپنے والد پر بے حد غصہ آرہا تھا۔ کیا رہیں انہوں نے اسے بھیجدیا۔

ٹھاکر شیر سنگھ دیوان خانے میں تھے۔ گوپال کو دیکھتے ہی بڑے اچھے ڈھنگ سے پیش آئے۔ اور جو کچھ ہو چکا تھا۔ اس کے لئے معافی مانگی۔

شیر سنگھ کے اس رویے کو گوپال کو بے حد حیرت ہوئی۔ ہمدردانہ ماحول دیکھکر اس نے ٹھاکر شیر سنگھ کو دعوت نامہ دیا۔

"بڑی خوشی ہوئی سنکر۔" ٹھاکر سنگھ پر خلوص لہجہ میں بولے۔

"کہ ہماری بیٹی رکمنی کی سگائی ٹھاکر جگیندر سنگھ سے ہو رہی ہے۔ ویسے تم کب آئے۔؟"

"پتا جی کے ساتھ ہی آیا تھا۔"

"مادھری بھی آئی۔؟"

"جی نہیں۔ وہ ذرا بیمار ہیں۔"

"اور تمہاری بیوی روپا۔ ؟"

"دیدی بیمار ہیں نا۔ اسلئے انکی دیکھ بھال کرنیکو وہ وہیں رک گئی ہے۔"

"تم نے چھپ کر شادی کر لی۔ بتایا تک نہیں ہمیں۔ یہ ٹھیک ہے تمہارے پتا جی کو یہ رشتہ پسند نہیں تھا۔ ہمیں تو خبر تو ہوتی۔ آجکل زمانے میں کون ذات پات اونچ نیچ اور اس طرح کی آؤٹ آف ڈیٹ باتوں کو جانتا ہے۔

"بس کیا بتاؤں ٹھاکر صاحب۔ پتا جی کے مزاج کو تو آپ جانتے ہیں۔ وہ تو ٹھہرے لکیر کے فقیر ــــ جو بات منہ سے نکل جائے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔"

"ہاں بھئی ہم سب پرانے خیالات کے لوگ ہیں۔ تم نئی روشنی لیکر آئے ہو۔ بھگوان تمہیں حوصلہ اور ہمت دے۔ کہ تم ان نئے اصولوں اور قاعدوں پر چل سکو ــــ اور نئی نسل کو ایک نئی راہ دکھا سکو۔"

"تو آپ تشریف لا رہے ہیں نا اس فنکشن میں۔ ؟"

"ضرور۔ ضرور ــ گوپال۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ رکمنی کی شادی میں روپا کو ضرور بلانا۔ دیکھنے کو جی چاہتا ہے تمہاری بیوی کو۔"

"اگر دیدی کی طبیعت ٹھیک رہی تو ضرور آئیگی۔"

یہ کہہ کر گوپال دیوان خانے سے اٹھا۔ اور باہر آگیا۔ راستہ میں اسے اپنے آپ پر بڑا غصہ آیا۔ کہ اسے اتنا جھوٹ بولنا پڑا۔ صرف

دعوت نامہ دینے کی خاطر جسکے نام سے بھی اسے نفرت ہے اس کے بارے میں بار بار ذکر کرنا پڑا۔

٭

امراؤ سنگھ نے اس موقعہ پر بڑی فراخدلی سے روپیہ خرچ کیا۔ امراؤ سنگھ کی بارہ دری میں خوب گہما گہمی تھی۔ ٹھاکر شیر سنگھ بھی موجود تھے۔ شہر کے بہت سے لوگ ٹھاکر شیر سنگھ کو شریک دیکھ کر بہت حیرت میں تھے کہ ان دو دشمنوں میں کیسے صلح صفائی ہو گی۔ ٹھاکر جوگندر سنگھ کے بھی بہت سے رشتہ دار بھی آئے ہوئے تھے۔ مٹھائیاں تقسیم ہو رہی تھیں۔ مہمان اپنی اپنی پسند کی چیزیں کھا پی رہے تھے۔ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ بارہ دری روشنی سے جگمگا رہی تھی۔ سگائی کی رسم کے بعد قوالی کا پروگرام تھا۔

ٹھاکر امراؤ سنگھ نے نامی گرامی قوالوں کو بلا لیا تھا۔ ساری رات قوالی کی محفل جمی رہی اور لوگ مستی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ساری رات بیٹھے رہے۔

گاؤں یا چھوٹے شہروں میں اس طرح کے فنکشن ایک مثالی حیثیت رکھتے ہیں اور شہر کے لوگ اپنی آن بان اور شان و شوکت انہیں موقعوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ ہر انسان ایک دوسرے پر بازی لیجانے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ فنکشن ختم ہونے کے بعد لوگ اس کا

ذکر کریں۔ سب سے بہتر بات تو یہ ہوئی کہ کوئی ایسی واردات نہ ہوئی جس سے مسرت و سرور میں کوئی رکاوٹ پڑتی ۔

ٹھاکر امراؤ سنگھ کو صرف ٹھاکر شیر سنگھ سے خوف تھا کہ یہ آدمی جو ہمیشہ اس کا جانی دشمن رہا۔ اس موقعہ پر کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے انہیں خفت اور پریشانی اٹھانی پڑے ۔

ٹھاکر شیر سنگھ نے اس موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ سگائی کی رسم کے وقت وہ سب مہمانوں کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آتا رہا۔ یہ واقعی حیرت انگیز بات تھی۔ یہ تبدیلی شیر سنگھ کے مزاج میں کیسے آئی۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ اس کی تہ میں کونسا راز تھا۔ اس کے متعلق غور کرنے کے لئے اس وقت کسی کے پاس وقت نہ تھا۔

سگائی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اور سارے شہر میں کئی دنوں تک اس سگائی اور فنکشن کا چرچا ہوتا رہا۔

گوپال کا جی شام گڑھ میں نہ لگا۔ روپا کی یاد آتے ہی اس کا خون کھولنے لگتا۔ اس شہر سے روپا کی کئی یادوں کا تعلق ہے۔ اس لئے یہاں سے چلا جانا ہی بہتر ہے۔ نہ اس شہر میں رہونگا اور نہ دل میں کوئی یاد ابھرے گی۔ اس نے اپنے پتا جی سے اجازت لی اور کار میں بیٹھ کر کانپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ کانپور پہنچا۔ تو شام ہو چکی تھی۔ کار کو ایک لوہے کے گیٹ کے پاس روکا۔ اس وقت یہ گیٹ ریل گاڑی گزرنے کی وجہ سے

بند تھا۔ گوپال کار کے اسٹرنگ پر ہاتھ رکھ کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آیا۔ اور نہایت عاجزی سے بولا۔

"ایک عرض ہے سرکار۔"

"کیا ہے۔ گوپال نے کچھ غصہ سے کہا۔

"میری بیٹی کو بچہ ہونیوالا ہے۔ اور اس کی حالت بہت خراب ہے حضور۔"

"تو میں کیا کروں۔؟"

"ایک زحمت دونگا۔ سرکار۔ اس کاغذ کے پرزے پر لیڈی ڈاکٹر کا پتہ لکھا ہے۔ اگر آپ اس لیڈی ڈاکٹر کو بلا دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

"تم خود کیوں نہیں جاتے۔؟"

"سرکار اس وقت نہ کوئی تانگہ مل رہا ہے نہ کوئی ٹیکسی۔ کافی دور تک بھاگ چکا ہوں۔ میں کیسے بتاؤں سرکار کہ میری لڑکی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ اگر فوراً ہی ڈاکٹرنی نہ پہنچی سرکار تو میری بیٹی نہیں بچے گی۔ میں آپ کے پاؤں چھوکر پرارتھنا کرتا ہوں۔ بابو جی میری بیٹی کی جان بچنے کے خاطر یہ چھوٹا سا کام کر دیجئے۔ میں عمر بھر آپ کا احسان مند رہونگا۔"

یہ کہتے کہتے بوڑھا رونے لگا۔

اس کے آنسوؤں کو دیکھ کر گوپال کا دل پسیج گیا۔

"تم کہاں رہتے ہو۔؟"

"سرکار سامنے اس کوارٹر نمبر چار میں۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"شکتی۔ حضور یہاں کا سگنل مین ہوں۔"

"اچھا تم گھر جاؤ۔ میں لاتا ہوں اس لیڈی ڈاکٹر کو۔" گوپال نے کاغذ کا پرزہ لیکر جیب میں ڈال لیا۔ پھر کار اسٹار کی اور پھاٹک کھلتے ہی پرزے پر لکھے ہوئے ایڈریس کی طرف کار بڑھا دی۔

شکتی بھاگتا ہوا گھر پہنچا۔ اور اپنی بیوی کو خبر سنائی کہ لیڈی ڈاکٹر آنے والی ہے۔

اندر کمرے میں رو پا درد سے کراہ رہی تھی۔ یکایک رو پا نے چیخنا شروع کیا۔ دونوں نے اندر کمرے میں جاکر پچکارا۔ تسلی دی۔ اور اسے بتایا۔ کہ ایک شریف آدمی لیڈی ڈاکٹر کو لانے گیا ہے۔

ابھی پندرہ بیس منٹ کا ہی عرصہ ہوا تھا کہ کوارٹر کے باہر کار کے رکنے آواز آئی۔

شکتی باہر دوڑتا ہوا آیا۔ لیڈی ڈاکٹر کار سے اتر رہی تھی۔ اسکے ساتھ گوپال بھی دونوں شکتی کے چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئے جس میں ایک دالان اور صرف ایک کمرہ تھا۔

لیڈی ڈاکٹر کمرے کے اندر چلی گئی۔ گوپال باہر کھڑا رہا۔ اندر سے چیخوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ چیخوں کو سنکر گوپال کچھ گھبرا سا گیا۔ اس نے جیب سے سگریٹ کیس نکال کر ایک سگریٹ نکالی۔ اور دیا سلائی نکالنے کے لئے جیب پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو دیا سلائی نہ ملی۔ اتنے میں شکتی کمرے میں آیا اور اس نے اپنی جیب سے ماچس نکال کر گوپال کو دی۔

"سرکار۔"

"کیا بات ہے۔؟" گوپال نے کار کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بس بچہ پیدا ہونے ہی والا ہے۔ سرکار اس کے بعد لیڈی ڈاکٹر کو ان کے آفس تک پہنچا دیجیے بڑی مہربانی ہوگی آپ کی۔"

"تمہاری بیٹی کا شوہر کہاں ہے۔؟"

"ارے کچھ نہ پوچھئے سرکار۔ میری بیٹی نے مجھ سے پوچھے بغیر شادی کر لی۔ ایک سال کے بعد اس نردئی نے میری بیٹی کو چھوڑ دیا۔ اور یہ روتی بلکتی ہوئی یہاں چلی آئی ــــــ آجکل کے جوان لڑکے بڑے مطلب پرست ہوتے ہیں سرکار۔ بس مطلب پورا کیا اور رفوچکر ہوئے۔"

"ٹھیک ہے پہنچا دونگا۔"

"بہت بہت شکریہ آپ کا سرکار۔"

اتنے میں لیڈی ڈاکٹر باہر آگئی۔

"کیا ہوا سرکار۔ ؟"

"لڑکا ـــ بڑا ہی خوبصورت اور تندرست ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے خوش ہو کر کہا۔

"مبارک باد آپ کو لیڈی ڈاکٹر صاحبہ ۔"

"ارے مجھے کس بات کی مبارکباد دے رہے ہو۔ اندر جا کر اپنی لڑکی کو مبارکباد دو۔ اس کے پتی کو مبارکباد دو۔ میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔ کیوں جی۔ ؟" لیڈی ڈاکٹر نے گوپال کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بابوجی نے بڑی مہربانی کی ہے مجھ پر ۔" شکنتی نے بڑی عاجزی سے گوپال کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ زحمت نہ کرتے تو آپ ٹھیک وقت سے نہ پہنچ سکتی تھیں ۔ اور نہ جانے پھر کیا ہو جاتا۔ بابوجی بہت بہت آپ کا شکریہ آپ کو بھی مبارکباد بابوجی ۔"

یکایک گھر کے اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی ۔

"بڑا ہی خوبصورت تندرست اور خوش شکل بچہ ہے۔" لیڈی ڈاکٹر کہتے ہوئے کار کی طرف بڑھی ۔

"یہ لیجئے میری طرف سے۔" گوپال نے کچھ نوٹ لیڈی ڈاکٹر کی طرف بڑھائے۔

"رہنے دیجئے ۔ رہنے دیجئے۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔" اور لیڈی ڈاکٹر نے نوٹ لیکر جیب میں ڈال لئے۔

"اچھا ــــ میں نے سب کچھ سمجھا دیا ہے تمہاری تپینی کو ـــ" لیڈی ڈاکٹر نے شکتی سے کہا۔" اگر کوئی تکلیف ہو تو دوا خانہ میں آکر بتا دینا۔"

"بہت اچھا سرکار۔"

"چلئے میں آپ کو گھر تک پہنچا دوں ۔" گوپال نے لیڈی ڈاکٹر سے کہا۔

لیڈی ڈاکٹر چپ چاپ گوپال کے ساتھ کار میں بیٹھ گئی۔ گوپال نے کار اسٹارٹ کر دی۔ شکتی نے کار کے قریب آکر ہاتھ جوڑ کر نمستے کی۔ اور اگلے ہی لمحہ ایک جھٹکے کے ساتھ کار آگے بڑھ گئی۔

❖

چھ مہینے گزر گئے۔ روپا نیے لاڈلے کو دالان میں نہلا رہی تھی۔ نہلاتے نہلاتے اسے گوپال کا خیال آ گیا۔ ویسے گوپال کا خیال تو کئی بار آیا تھا۔ نہ جانے یہ مرد اسقدر سنگدل اور بے رحم کیوں ہوتے ہیں۔ بیاہ کر کے بیویوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کب تک وہ ماتی اور شکتی کے رحم و کرم پر زندہ رہے گی۔ ساری زندگی۔ ساری زندگی کس کے سہار گزر یگی۔ کب تک یہ لوگ مجھے یہاں رہنے دیں گے۔ روپا نے غور سے بچے کو دیکھا۔ بچہ مسکرا دیا۔ بالکل گوپال کی طرح وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے بچے کو گود میں لے لیا۔ اور کلیجے سے چمٹا لیا۔

اندر کمرے میں ماتی اور شکتی بیٹھے ہوئے تھے۔ آج دونوں بے حد اداس تھے۔ ماتی نے اپنی شکتی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہاری عقل تو گھاس چرنے گئی ہے۔ کب تک تم روپا اور اس کے

بچے کی پرورش کرتے رہو گے۔ قرض اتنا چڑھ گیا ہے کہ اب اتارنا مشکل نظر آ رہا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنی طاقت نہیں رہی کہ دوڑ دھوپ کر سکوں۔ اور جب ان دونوں کو دیکھتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔"

"روپا کو ٹھکانے لگا دو کہیں اور کیا۔"

"کیا مطلب۔"

"جوان عورت کو کب تک گھر میں رکھو گے۔ اس کا بیاہ کر دو۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔"

"کل ہی مجھ سے منو شاہ ملا تھا۔ کہنے لگا یہ چھوکری کس کی ہے۔ جو تیرے گھر میں رہتی ہے۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا تو چپ ہو گیا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے کہا۔

"جوان عورت کو اپنے گھر میں رکھنا اچھی بات نہیں۔ اس کی تم شادی کر دو۔

"کون کریگا اس سے شادی۔" میں نے پوچھا" اگر کوئی نہیں کریگا تو میں کر لونگا۔" وہ بولا۔ جب میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو پھر وہ پھر بولا۔

"سودا کرنا ہے تو کر لے سودا۔ مجھے چھوکری پسند ہے۔"

میں نے کہا۔ اس کا ایک لڑکا ہے۔ کہنے لگا۔" لڑکا ہے تو کیا ہوا۔

وہ ہاں کر دے ہیں دونوں کو پالوں گا۔" اور جو تو مانگے گی تجھے بھی دونگا۔"

"دھیرے بول نانی۔ کہیں روپا سن نہ لے۔" شکنتی نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں کہاں اسے سولی پر لٹکا رہی ہوں۔ ایک اچھا گھر مل جائیگا۔ اور کیا چاہیئے روپا کو۔"

"منو شاہ بڈھا ہے۔ روپا مان جائیگی۔" شکنتی نے پریشان ہو کر کہا۔

"گھر میں سب کچھ ہے اس کے۔ اور ہمیں بھی اچھی خاصی رقم دیگا۔"

"تو بات کر کے دیکھ لے روپا سے۔"

÷

"میں بات نہیں کرتی روپا سے۔ بس منو شاہ سے کہتی ہوں۔ کہ وہ گھر میں آنا جانا شروع کر دے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ خود اسے اپنی راہ پر لے آئے۔"

اب منو شاہ نے شکنتی کے گھر آنا جانا شروع کر دیا۔ بوڑھا بڑا کائیاں تھا۔ جانتا تھا کہ یہ خوبصورت لونڈیا اس طرح قابو میں آنیوالی نہیں۔ دھیرے دھیرے آگے بڑھا۔
پہلے دن شکنتی کے گھر آیا۔ تو محض ایک اجنبی بن کر داخل ہوا۔

روپا کو بڑی سنجیدگی سے دیکھا مسکرایا تک نہیں۔ صرف بچے کو دیکھ کر ایک بار مسکرایا اور پیار سے بولا۔

"بڑا پیارا سا بچہ ہے ۔۔۔ کس کا ہے۔"

"میرا ہے جی۔" روپا بولی۔

"بھگوان اس کی عمر لمبی کرے بڑا ہو کر خوب پھلے پھولے۔"

اور بڈھے نے جیب سے ایک دو ٹافیاں نکال کر بچے کے ہاتھ میں دیں۔ بچہ خوش ہو کر کلکاریاں مارنے لگا۔ پھر جاتے وقت ایک اٹھنی بچے کے ہاتھ میں تھما دی۔

اب ہر دوسرے تیسرے دن منوشاد پاتی کے گھر آتا۔ کبھی بچے کے لئے کھلونے لاتا۔ کبھی قمیص کا کپڑا۔ تو کبھی ایک دو روپے دیتا۔ اس سلوک سے دھیرے دھیرے منوشاد نے روپا کے دل میں اپنی جگہ بنا لی۔ کہ ایک بار روپا نے مانی سے پوچھا۔

"ماں کیا کرتے ہیں یہ صاحب۔؟"

"کون سے صاحب روپا۔؟"

"یہ جو ہر دوسرے تیسرے روز آتے ہیں۔ اور میرے بچے کو کچھ نہ کچھ دے کر جاتے ہیں۔"

"یہ بہت امیر آدمی ہیں۔ بازار میں آٹھ دس دکانیں ہیں ان کی ہم لوگ ان سے قرض بھی لیتے ہیں۔ یہ دل کے بہت اچھے ہیں۔"

"ہاں ماں۔ دل کے بہت اچھے دکھائی دیتے ہیں۔"

"بیچارے کی بیوی مرگئی ہے۔"

"کب۔؟"

"کئی سال ہو گئے۔"

"بچے تو ہوں گے نا۔؟"

"بھگوان عمر لمبی کرے ان کی۔ تین بچوں کا باپ ہے۔ مگر بچوں کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے۔"

"کیوں نوکر چاکر تو ہوں گے نا۔؟"

"ایک نہیں تین چار ہیں۔ پھر بھی اپنا تو کوئی نہیں ہے۔ آیا۔ یا نوکر بچوں کی کیا دیکھ بھال کرینگے۔ ماں۔ ماں ہی ہوتی ہے۔ بٹیا تو کبھی کبھی چلی جایا کر ان کے گھر۔ شاہ جی کے بچوں کی دیکھ بھال کرنے۔"

اگلی شام روپا اور مانی دونوں منوشاد کے گھر گئیں۔ خوش قسمتی سے منوشاد گھر میں ہی تھے۔ روپا کو دیکھتے ہی ان کی باچھیں کھل گئیں یوں بھی دولہا بنے بیٹھے تھے۔ اجلے اجلے سے کپڑے پہنے کاجل لگائے ہوئے۔ اور چور نگاہوں سے روپا کو دیکھتے رہے۔ اتنے میں ایک نوکر آیا۔ اور اس نے دونوں کے سامنے مٹھائیوں کی پلیٹیں رکھ دیں۔ منوشاد نے بے حد پیار سے مٹھائیاں کھانے کے لئے کہا۔ دونوں شرما کر کھانے لگیں۔ جب مٹھائیاں کھا چکیں تو چائے پیش کی گئی۔ پھر پان آگئے۔ یہ سب خاطر ایسے ہو رہی تھی۔ جیسے گھر میں روپا دلہن بنکر آگئی ہو۔ مانی بہانہ بنا کر باہر چلی گئی۔ منوشاہ اور روپا اکیلے

رہ گئے۔

منوشاد روپا کو اکیلی دیکھ کر سُدھ بُدھ کھو بیٹھے۔ یوں تو ہوش روپا کے آتے ہی اڑ گیا تھا۔ لیکن اب تو دل بھی قابو سے باہر تھا۔ روپا کے حسن نے انہیں دلوانہ بنا دیا۔ اور اب ان کے دل سے رہ رہ کر ہوک سی اٹھ رہی تھی۔ اور وہ روپا سے اپنی بات کہنے کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ شاید اس کے بعد ایسا موقع ہاتھ نہ آئے۔

"تو میں چلوں۔؟" روپا نے منوشاد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ابھی تو آئی ہو ذرا ٹھہرو تو ——— کیا خاطر کروں تمہاری روپا۔؟"

"بس کھا پی لیا شاد جی۔"

"تم نے میرا گھر نہیں دیکھا۔ خاص کر کے اندر والے کمرے چلو دکھا دوں۔"

"گھر تو آپکا بہت اچھا ہے شاد جی۔"

"تم نے پورا گھر تو دیکھا ہی نہیں۔ بس یہی تو ایک کمرہ دیکھا ہے۔ آؤ نو۔"

روپا ——— منوشاد کی التجا ٹھکرا نہ سکی۔ منوشاد روپا کو اپنی خوابگاہ میں لے آئے۔ منوشاد یوں تو پرانے خیال کے آدمی تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی خوابگاہ کو ماڈرن ڈھنگ سے سجا

رکھا تھا۔ دو بے حد خوبصورت پلنگ۔ فرش پر قیمتی ایرانی غالیچے دیوارو
پر نیم گلابی رنگ اور مدھم مدھم نیم سبز روشنی۔ انہوں نے چپکے سے ریڈیو
آن کر دیا۔ اور موسیقی کی میٹھی میٹھی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"ایک بات کہوں۔" منوشاہ نے روپا کے قریب آتے ہوئے کہا۔
روپا نے منوشاہ کو اپنے قریب دیکھکر ایسا محسوس کیا جیسے کوئی ادھمرا
کیڑا اس کے پاس رینگ رہا ہو۔ اسے نفرت ہو گئی منوشاہ سے ــــ
روپا خاموش رہی۔ پھر غصے پر قابو پا کے بولی۔

"کہیئے ـــ!"

"میری بیوی مر چکی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"تین بچے ہیں میرے۔؟"

"تو۔؟"

"ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔"

"تو کیا کروں میں۔؟"

"میں بڈھا ہوں۔ تم جوان ہو۔ میرا تمہارا کوئی میل بھی نہیں۔
میں امیر ہوں۔ ایک ہی نہیں کئی خاندان پال پوس سکتا ہوں۔ تم
میری بات سمجھ گئی نا۔؟"

"جی نہیں۔"

"اگر تم برا نہ مانو تو کھل کر بات کہوں۔؟"

"جب آپ کہنے پر ہی تلے ہوئے ہیں۔ تو کہہ ڈالئے۔"

"تم اس گھر کو اپنا گھر سمجھ لو۔"

"اپنا گھر۔؟"

"ہاں۔ اپنا گھر۔ مجھے شرم آتی ہے کہتے ہوئے روپا۔"

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ کہہ ڈالو۔ میں سننے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو۔ تو۔ روپا تم اس گھر کی مالکن بن جاؤ۔" میں تمہاری اور کیا خاطر کرسکتا ہوں۔"

"بہت بھاری بوجھ ڈال رہے ہو میرے کندھوں پر۔"

"بلکہ یوں کہوں کہ اپنا وزن ہلکا کر رہا ہوں۔ جواب دو روپا۔"

"اتنی جلدی کیا ہے شاہ جی۔ میں سوچ سمجھ کر جواب دونگی۔ دو چار دن تو سوچنے سمجھنے کے لئے دیجئے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ آٹھ دس دن لے لو۔ ایک اور بات کہدوں۔؟"

"جب اتنی باتیں کہدیں آپ نے تو باقی باتیں بھی کہہ ڈالو۔"

"جب میں نے پہلی بار دیکھا تمہیں۔ تو مجھے ایسا لگا۔ جیسے تم ہی میرے دل کی رانی ہو۔ تمہیں دیکھتا ہوں تو میرے جسم میں جھرجھری سی آجاتی ہے۔ میرا من ڈولنے لگتا ہے۔ اور روپا میری آواز گلے میں اٹکنے لگتی ہے۔"

"جب سے میں یہاں ہوں باتیں تو آپ خوب اچھی طرح سے کررہے ہیں۔

اور کرنے ہی جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر روپا ہنس پڑی۔

اس ہنسی کو سنتے ہی منو شاہ خوشی سے جھوم اٹھے۔ کئی سالوں سے نہ سنی تھی ایسی میٹھی ہنسی۔ بیوی کو مرے ہوئے ایک مدت ہو چکی تھی۔ اور پھر ان کی بیوی بھی کیا تھی بدعنوانی کا ایک پلندہ۔ گوشت پوست کا ایک بیکار سا بت۔

نہ کبھی کالے بال گھٹاؤں کی مانند منڈلاتے۔ اور نہ ہی کبھی موٹے بھدے ہونٹ خوشی سے لرزتے۔ اور نہ ہی کبھی رخساروں پر بہار کی کلیاں کھلتیں۔ رنگ کالا۔ چہرے پر چیچک کے گہرے گہرے داغ۔ چال ڈھال۔ بالکل بے ڈھنگی۔ جب بات کرتی تو ایسا محسوس ہوتا۔ جیسے لڑنا چاہتی ہے۔

نوکروں پر بگڑتی۔ ان کو ڈانٹتی۔ ڈپٹتی رہتی۔ سارے گھر میں ایک ہنگامہ سا مچائے رکھتی۔

اس عورت کے ساتھ منو شاہ نے کئی سال گزار دیئے تھے۔ تین بچے بھی پیدا کئے تھے۔

گھر کی چار دیواری میں جب تک وہ رہتے ایک تبدیلی محسوس کرتے کیونکہ بیوی کی بدمزاجی اور اس کی بدصورتی کے سوا گھر میں کچھ نہ ہوتا۔ وہ صبح ہوتے ہی دوکان کی طرف نکل جاتے۔

بھگوان نے اچھا ہی کیا۔ جو انکی بیوی کو اوپر بلا لیا۔ ایک عورت

کے ساتھ کئی سال گزارنے کے بعد انہیں عورتوں سے نفرت ہو گئی تھی۔ لیکن جب سے انہوں نے روپا کو دیکھا تو اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔

روپا کو پانے کی آرزو نے ان کے جگر کو چھلنی کر ڈالا تھا۔ صبر کے کئی بند باندھے لیکن دل بے قابو ہوتا گیا۔

"روپا۔!"

"کیا ہے۔؟"

"میں بدصورت ہوں۔"

"تو کیا ہوا۔؟"

روپا سے اس جواب کو سنکر منوشاہ کو ایک ڈھارس سی بندھی۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔؟"

"ہاں یہ تو بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ۔"

"میں نے جو عرض کی ہے آپ سے اس پر ذرا جلدی غور کرنا۔"

"اچھا اب اجازت دیجئے مجھے منے کو دودھ پلانا ہے۔"

اتنے میں ماتی آ گئی اور دونوں گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

۵

اب روپا کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اب وہ اس گھر میں زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکے گی نشکنی اور ساتی کا سلوک اب پہلے ایسا نہ ہوتا تھا۔

بہت فرق پڑ چکا تھا۔ اب بات بات میں لڑنے جھگڑنے لگتے تھے دونوں۔ روپا کے پاس روپے ہوتے تو وہ مانی کی جھولی روپوں سے بھرتی اور کہتی "یہ لے اپنی نیکیوں کی قیمت اور اپنے احسانوں کا بدلہ۔ مگر وہ مجبور تھی۔ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ سوائے اس کی خوبصورتی اور جوانی کے۔

وہ ایک بار گوپال سے ملنا چاہتی تھی۔ بس ایک بار اس سے اور التجا کرلے۔ اپنے دکھوں کو کہہ لے۔ اپنی مصیبتوں کو سنا دے۔ بس ایک بار اور کہہ لے کہ گوپال میں بے گناہ ہوں۔ اس بچے کو غور سے دیکھو پہچانو اسے۔ کیا یہ تمہارا بچہ نہیں لگتا۔ اس کی آنکھیں تمہاری ایسی نہیں ہیں۔ اس کے چہرے کی بناوٹ تمہارے چہرے جیسی نہیں ہے۔ اگر تم اسے پہچاننے سے گریز کرتے ہو تو بھگوان کی قسم میں بھی تمہیں پہچاننے سے انکار کردونگی۔ اور پھر میں چیخ چیخ کر کہونگی کہ دنیا میں سچا پریم نہیں ہے۔ اس دنیا میں شرافت نہیں ہے۔ انصاف نہیں ہے۔ غریبوں کے ساتھ۔ صرف ہوس چھپی ہوئی ہے محبت کے پیچھے محض ہوس۔ شرافت دھوکا ہے۔ میں بھی اتنی کمزور نہیں ہوں کہ کما کر نہ کھا سکوں۔ میں اچھی خاصی رقاصہ ہوں اور بھگوان نے مجھے خوبصورتی دی ہے۔ اس کے بل بوتے پر میں زندہ رہ سکتی ہوں۔

ہاں ایک بار میں گوپال سے مل لوں۔ اگر گوپال نے پھر ٹھکرا دیا تو میرا جو جی چاہے گا کرونگی۔

روپا نے گھر پہنچ کر اپنے منّے کو دودھ پلاتے ہوئے سوچا۔ اور فیصلہ کیا۔ اس کے دل سے جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ اس نے دودھ پیتے ہوئے اپنے بچے کو دیکھا۔ جو اب دودھ پینا چھوڑ کر اس کی گود میں ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔ اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کلکاریاں مار مار کر ہنس رہا تھا۔ روپا اپنے منّے کو ہنستا دیکھ کر سارا دکھ اور سارے غم بھول گئی۔ اس نے اپنے بیٹے کو سینے سے چمٹا لیا۔

*

منو شاہ قریب قریب ہر دن آنے لگا۔ اور بچوں کے لئے کبھی مٹھائی کبھی پھل تو کبھی دوسری چیزیں لانے لگا۔

*

ایک دن ماتی نے صاف صاف پوچھ لیا روپا سے۔
" بیٹی تم نے اب تک شاہ جی کو جواب نہیں دیا۔"
" کس بات کا۔؟"
" بیٹی دو سال ہو گئے ہیں تمہیں یہاں رہتے ہوئے۔ ہماری جو حالت ہے تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ آخر ہم کب تک تمہاری دیکھ بھال کرینگے۔ "

"تمہیں شاہ جی نے سب کچھ بتا دیا۔؟"

"ہاں بیٹی۔"

وہ باتی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ دالان سے باہر چلی گئی۔ رات کو جب شکتی آیا تو اس نے بھی روپا سے وہی سوال کیا۔

"قرضہ چڑھ گیا ہے بیٹی۔"

"آپ مجھے بیچنا چاہتے ہیں۔"

"ہم صرف قرضہ اتارنا چاہتے ہیں بیٹی۔"

"کوئی اور طریقہ نہیں ہے بابا۔"

"نہیں بیٹی مجھے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہی سب سے مناسب اور آسان طریقہ ہے قرضہ اتارنے کا۔"

"آپ کے لئے مناسب اور آسان طریقہ ضرور ہے۔ لیکن میرے لئے بہت مشکل ہے۔"

"بیٹی تمہارا جیون بھی بن جائیگا اور ہمارا جیون بھی آرام سے گزر جائیگا۔"

"مجھے سوچنے دیجئے۔"

شاید اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ شاید اب اور کوئی راستہ نہیں۔ آج کی رات کتنی اندھیری ہے۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔ بارش ہونے والی تھی۔ اس نے اپنے بچے کی طرف دیکھا۔

وہ سو رہا تھا۔ ابھی تک نہ ماتی آئی تھی نہ شکنی آیا تھا۔ یہ دونوں کہاں چلے گئے ــــ ابھی تک کیوں نہیں آئے۔ یکایک موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ بجلی کڑک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ یہ کیسا طوفان تھا۔ جس نے روپا کے دل و دماغ میں طوفان پیدا کر رہا تھا ــــ یکایک روپا کی نگاہوں کے سامنے منوشاہ کی پیاسی نگاہیں ــــ ماتی اور شکنی کا لالچی چہرہ ابھر آیا ــــ اور اس کی ہمت اور شرافت نے پکارا ــــ چل روپا ابھی وقت ہے بھاگنے کا۔ اگر تو چاہتی ہے۔ کہ تیری عزت کوئی نہ لوٹے تو اسی دم بھاگ چل۔ ورنہ تیری آبرو تیری عزت خطرے میں ہے ــــ اب کسی لمحہ بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ منوشاہ نے شرافت سے اپنی بات کہہ دی۔ تو نے شرافت سے اس کی بات نہیں مانی۔ ماتی اور شکنی نے زور ڈالا۔ تو نے ٹالنے کی کوشش کی۔ پگلی دولت والوں کے ہتھکنڈوں سے تو نہیں بچ پائے گی۔ دولت والے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

روپا نے جلدی جلدی اپنے کپڑوں کی گٹھری باندھی۔ بچے کو سینے سے چمٹایا۔ اور گھر سے نکل پڑی۔ طوفان بڑھتا جا رہا تھا۔ درختوں کی شاخیں زمین گلے ملنے لگیں۔ سردی بے حد بڑھ گئی تھی۔ روپا بیٹے کو سینے سے چمٹائے ایک انجانی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بارش سے اس کا جسم شرابور ہو گیا تھا۔ جسم سے ساڑی چمٹ گئی۔ پانی اس کے سر سے ہوتا ہوا۔ اس کی گردن سے ڈھلکتا ہوا۔ سینے کو بھگوتا

ہوا۔ اس کی رانوں کو گیلا کرتا ہوا۔ اس کی پنڈلیوں تک پہنچ چکا تھا۔
بچہ اس کی چھاتی سے چپٹا ہوا تھا ـــــ اس کی چھاتیوں کی نرمی
اور گرمی نے اسے زندہ رکھا تھا ـــ ورنہ اس ٹھنڈی ہوا۔ اور
موسلا دھار بارش اور طوفان میں دو سال کا بچہ کب کا مرگیا ہوتا ـــ
یکایک روپا کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑی۔ ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔
پاؤں کی انگلیاں زخمی ہو گئیں۔ لیکن روپا نے ہمت کا دامن نہ
چھوڑا۔ وہ فوراً اٹھی اور آگے بڑھنے لگی۔
اس شہر میں راکشس رہتے ہیں کہیں کوئی انسان دکھائی نہیں
دیا۔ جہاں وہ اپنی زندگی کے کچھ دن چین اور سکون سے گزار لے۔
دھیرے دھیرے طوفان کم ہونے لگا۔ روپا بڑھتی جا رہی تھی۔
شہر سے نکل کر گاؤں کے قریب کب پہنچی۔ یہ کون سا گاؤں تھا۔
اب تو سویرا ہو چکا تھا۔
کیا اس کا بچہ زندہ تھا۔؟ یا مر چکا تھا۔ اس نے اپنے بچے
کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ سانس چل رہی تھی۔ ہاں اس کا بچہ مرا نہیں
وہ نڈھال ہو گئی تھی۔ بارش کب کی ختم ہو چکی تھی۔ سامنے ایک
میدان تھا۔ اور میدان میں خیمے لگے ہوئے تھے۔ یکایک اس کی
نگاہوں میں چمک پیدا ہو گئی۔
یہ خیمے کس کے تھے۔؟ کیا ہا بانے پھر کوئی منڈلی بنا لی۔ اور پھر
اس کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ "پرماتما دیا کر مجھ پر" وہ

آگے بڑھی خیمے کے پاس آگئی۔ ہاں یہ راس دھاریوں کے خیمے تھے۔
لیکن میرا بابا کہاں ہے۔؟ کہیں یہ اور کوئی راس دھاریے تو
نہیں۔؟ تو کیا ہوا ہیں تو راس دھاری روپا نے سوچا ـــــ
سہارا تو دیں گے ـــ وہ دوڑتی ہوئی آگے بڑھی۔ پھر بیچاری گرپڑی
نصیب میں اب ٹھوکریں ہی تھیں۔ اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔
خیمے سے نکل کر کچھ لوگ اس کے پاس آئے۔ وہ اٹھی اور سب لوگوں
کو دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے خوف سے کانپ گئی۔ اس نے خوفزدہ
نگاہوں سے دیکھا۔ اتنے میں ایک بڈھا آگے بڑھا اور روپا کو دیکھتے
ہی زور سے چیخا۔

"روپا ـــ میری بیٹی۔"

"بابا۔ بابا۔" روپا نے فوراً بچے کو زمین پر رکھا اور دوڑ کر
دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے بابا سے لپٹ گئی۔

"میری بیٹی ـــ تیری یہ حالت۔؟ میں نے تجھ سے کہا
تھا۔ کہ ان دولت والوں پر بھروسہ کر ـــ یہ بڑے مطلب پرست
لوگ ہوتے ہیں۔ تو نے میری بات نہیں مانی۔"

"بابا ـــ بابا مجھے معاف کردو۔ اپنے پاس رکھ لو۔"
روپا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"بابا ـــ" روپا نے الگ ہو کر کہا۔

"یہ میرا بچہ ہے۔"

"تیرا بچہ ۔ ؟"

"ہاں ۔ بابا ۔"

بابا نے بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اور اسے چومنے لگا۔

" چل بیٹی خیمے میں چل ۔ "

بچہ رونے لگا ۔

" ارے یہ تو بھوکا ہے ۔ ابے گردھر بچے کے لئے جلدی دودھ گرم کر کے لا ۔ "

روپا اور بابا ۔ سب لوگ خیمے میں چلے گئے ۔

٭

۱۱

روپا کو گئے ہوئے تقریباً دو سال ہو گئے تھے۔ اس کے بارے میں گوپال کو کچھ علم نہ تھا۔ کہ روپا کہاں تھی۔ کیا کر رہی تھی۔ زندہ ہے۔ یا مر گئی۔ یوں گوپال نے روپا کو گھر سے نکال دیا تھا۔ مگر وہ دل سے نہ نکال سکا۔ رات کو جب وہ تھکا ماندہ گھر آتا۔ تو اس کے سواگت کے لئے کوئی آگے نہ آتا۔ ماں دھوری دیکھ بھال نوکرانی۔ نوکر چاکر کھانا دیتے۔ مگر گھر کی رونق اجڑ گئی تھی۔ کوئی ہنسنے کھیلنے والا نہ تھا۔ کوئی محبت کرنے والا نہ تھا۔ ایک اداس اور اجاڑ سی زندگی گزار رہا تھا گوپال۔ کانٹا تو نکل چکا تھا مگر چبھن دل کے اندر موجود تھی۔ جو کچھ اس نے کیا۔ کیا مناسب تھا۔ اسے رہ رہ کر یہی خیال آتا۔ اگر واقعی روپا کے پیٹ میں اس کا بچہ تھا۔ تو وہ بچہ کیا کر رہا ہوگا۔ کیا وہ لڑکی تھی۔ یا لڑکا۔ اس کی صورت کس پر گئی تھی۔

ماں پر - یا باپ پر -

آج شام کو جب گوپال گھر آیا۔ تو داسیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ من کے اندر جو ڈھکی چھپی محبت تھی روپا کے لئے یکایک لاوا بن کر پھوٹ پڑی ۔ اس نے سوچا تھا کہ روپا کو گھر سے نکال کر دل کو شانتی مل جائیگی ۔ مگر دل کو شانتی نہ ملی ۔ روپا کی صورت کیوں بار بار اس کی نگاہوں کے سامنے آتی تھی ۔ اس کا انگ انگ کیوں اس کے سامنے آتا تھا ۔ وہ گول گول چہرہ روشن روشن سی آنکھیں گھنی گھنی سی پلکیں ۔ ملائمیت سے بھرا ہوا جسم ۔ گرم ہونٹ - دھڑکتا ہوا سینہ ۔ کیوں اسے بلاتا ہے ۔ ہائے جس سے انسان نفرت کرے اس کی صورت نگاہوں کے سامنے ناچتی رہے ۔

وہ روپا کے بارے میں سوچ رہا تھا ۔ اور اس کے جسم کی حرارت بڑھتی جا رہی تھی ۔ دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو رہا تھا ۔ نہ جانے انسان کس مٹی کا بنا ہوا ہے ۔ جس سے نفرت کرتا ہے ۔ اسی سے محبت بھی کرتا ہے جسے گھر سے نکالتا ہے ۔ اسی سے ملنے کے لئے تڑپتا ہے ۔ جس کی بے عزتی کرتا ہے ۔ اسی کا مان کرنا چاہتا ہے ۔ واقعی یہ دل کسی کا دوست نہیں ۔ بڑا ہی بے رحم اور سنگ دل ہے ۔ بڑا مہربان اور شفیق ہے ۔ یہ دل دشمن بھی ہے اور دوست بھی ۔ عاشق بھی ہے اور قاتل بھی ۔ مجرم بھی ہے اور منصف بھی ۔ ظالم بھی ہے اور مظلوم بھی ۔ اس وقت گوپال کے دل میں رحم دلی

کا جذبہ ابھر آیا۔ اتنے میں مادھوری تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اندر آئی۔

"کیا کر رہے ہو اس اندھیرے میں بھیا۔؟"

"میری قسمت میں روشنی کہاں ہے دیدی۔؟"

مادھوری نے بٹن دبا دیا۔ بجلی سے کمرہ روشن ہو گیا۔

"روپا کی یاد آ رہی نا۔؟"

"ہاں دیدی۔!"

"تم سے کہا تھا میں نے۔ اتنا بڑا انیاچار نہ کرو بھیا۔ مگر تم نہیں مانے۔ اب اٹھاؤ دکھ۔ نہ جانے وہ بیچاری کہاں بھٹک رہی ہوگی۔ ایک دیوی کو تم نے گھر سے بے گھر کر دیا۔"

"دیوی تو اسے نہ کہو۔ دیدی۔"

"تم نہیں کہنا چاہتے نہ کہو۔ میرے دل میں کوئی پاپ نہیں۔ میں تو صاف صاف کہونگی۔ تم نے زیادتی کی۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اسے ڈھونڈو تو سہی۔ تم تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یوں بیٹھ گئے ہو جیسے روپا کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں تمہارا۔"

"اچھا دیدی۔ جانے دو ان باتوں کو۔ جو کچھ ہو گیا۔ سو ہو گیا۔ اب پچھتانے سے کیا فایدہ۔؟"

"تو سنو۔ ڈیڈی کا تار آیا ہے۔ لکھا ہے کہ رکمنی کی شادی کی تاریخ طے کر دی، اس تار کے پڑھتے ہی سب لوگ یہاں آ جاؤ فوراً۔"

مادھوری نے تار گوپال کو دیا۔ تار گوپال نے پڑھا۔ اتنے میں رنگی لال آگئے۔ انہیں بھی یہ خوشخبری سنائی گئی۔

"کل چلتے ہیں سب لوگ۔" یہ کہہ کر رنگی لال اپنے کمرے کی طرف نکل گئے۔

*

تیجر سنگھ دیوان خانے میں تشریف فرما تھے۔ ابھی تک محفل گرم نہ ہوئی تھی۔ کہ منشی جی آدھمکے۔

"کیسے آنا ہوا منشی جی۔؟"

"خوشخبری لایا ہوں سرکار۔"

"زخموں پر نمک چھڑکنے تو نہیں آئے۔؟"

"مرہم کا انتظام کیا ہے حضور۔"

"اب زیادہ انتظار نہیں ہوگا ہم سے۔ لبوں پر جان اٹکی ہوئی ہے۔ منشی جی۔"

"پرماتما آپ کی عمر لمبی کرے۔ اتنی لمبی کہ ہم دو جنم بھی آپکے سائے تلے زندہ رہیں۔ اور آپکا نمک کھاتے رہیں۔"

"ہمارا کام کیا منشی۔؟"

"آپ کے کام کے لئے ہی باہر گیا تھا۔ کامیاب لوٹا ہوں۔ یہی خوشخبری سنانے آیا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے رکمنی کی شادی ہو رہی ہے۔"

"ہاں۔؟"

"اس کی شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ مہمان آ رہے ہیں۔ ایک کام کیجئے۔"

"کیا۔؟"

"ٹھاکر امراؤ سنگھ سے مل کر انہیں اور ان کے تمام مہمانوں کو ایک شاندار پارٹی دیجئے۔ اپنی بارہ دری پر۔"

"کب۔؟"

"شادی سے پہلے۔"

"کیا ٹھاکر امراؤ سنگھ مان جائیں گے۔؟"

"کیوں نہیں مانیں گے۔"

"اس سے تمہارا کیا بھلا ہوگا۔؟"

"حضور میرا کیا بھلا ہوگا۔ میں تو آپ کی بھلائی سوچتا ہوں۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"فی الحال اسے راز ہی رہنے دیجئے۔ سرکار جو کچھ میں اس وقت کہہ رہا ہوں کیجئے۔"

"کچھ بتاؤ تو سہی۔"

"آپ انتقام لینا چاہتے ہیں نا۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ سے۔؟"

"ہاں منشی یہ بہت پرانی آرزو ہے میری لیکن ایسی آرزو ہے جو مٹائے نہ مٹے۔"

"سرکار اب ٹھاکر امراؤ سنگھ کے دن پورے ہو گئے جیسی شان و شوکت کا وہ مظاہرہ کرتے ہیں۔ اب وہ آپ کے قدموں پر ہو گی۔ اب انکی عزت خاک میں مل جائیگی۔ آپ میری بات مان جایئے۔"

"میں تیری بات تو مان جاؤں گا۔ مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔"

"کونسی سرکار۔؟"

"ہم بےچین ہیں کئی برسوں سے۔"

"میں جانتا ہوں سرکار۔"

"جس دن سے دیکھا ہے۔"

"سرکار روپا کا نام کیوں نہیں لیتے۔ شرمانے کی کیا بات ہے حضور رئیسوں میں اگر یہ دم خم نہ ہوں گے تو اس روایت کو کون آگے بڑھائیگا۔ حسن و عشق کے سچے پجاری ہیں تو آپ لوگ ہیں سرکار۔ غریب لوگوں کے بس کی بات نہیں۔"

"ہم تڑپ رہے ہیں۔"

"مجھے علم ہے سرکار۔ اسی لئے میں باہر چلا گیا تھا۔ بن بھی صحرا صحرا جنگل جنگل گھوما سرکار۔ جب تک راز کو پا نہ لیا واپس نہ آیا۔"

"کوئی خبر لائے ہو۔ جس سے بیمار کو ہوش آجائے۔"

"ہوش ہی نہیں آئیگا۔ سرکار۔ دل کی کلی بھی کھل جائیگی۔"

"کہاں ہے ہماری محبوبہ۔ ہم ملنے کے لئے بیقرار ہیں۔"

"تھوڑا سا انتظار اور کیجئے۔"

"اب انتظار نہیں ہو سکتا منشی۔ روپا کہاں ہے۔؟"
"اب گرینڈ پارٹی کا انتظام کیجیے، پھر دیکھیئے ہمارے ہتھکنڈے۔"
"اچھا منشی۔ ہم یہی کرینگے۔ جو تم کہہ رہے ہو۔ کل ہم امراؤ سنگھ سے ملنے جا رہے ہیں۔"

*

شیر سنگھ امراؤ سنگھ سے کیا ملنے گئے، کہ امراؤ سنگھ نے انہیں آنکھوں پر بٹھا لیا۔ پرانی دشمنی اور رنجشیں بھول گئے ــــ لڑکی کی شادی تھی، بھلا لڑائی جھگڑا کس بات کا۔ شیر سنگھ نے بڑی ہی ہوشیاری اور چالاکی سے گفتگو کی۔ ایسی دیانت داری اور خلوص کا وہ سکہ جمایا کہ امراؤ سنگھ کو شک کی بھی گنجائش نہ رہی۔
یہ سنکر بے حد خوشی ہوئی کہ ٹھاکر صاحب کہ آپ رکمنی کی شادی ٹھاکر جوگندر سنگھ سے کر رہے ہیں۔ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو فرمائیے۔ بندہ غلام ہے آپکا۔"
"ارے ٹھاکر صاحب کانٹوں میں نہ گھسیٹیئے۔ آپ کا آنا ہی میرے لئے باعث عزت ہے۔"
"ہم تو آپ کے پاؤں کی دھول ہیں ٹھاکر صاحب۔"
"آپ تو ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔"
"ایک عرض کرنے آیا تھا۔؟"

"حکم کیجئے ٹھاکر صاحب۔"

"رکمنی کی شادی ہو رہی ہے۔"

"ہاں ٹھاکر صاحب آپکا آشیرواد چاہیئے۔"

"ایک پرانی آرزو ہے میری۔ چاہتا ہوں۔ وہ پوری ہو جائے۔"

"فرمایئے۔"

"اگر آپ برا نہ مانیں تو۔"

"کہیئے نا۔"

"میں چاہتا ہوں ٹھاکر صاحب۔ کہ بدنامی کے داغوں کو دھو ڈالوں۔ اب ہماری اور آپ کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں ہم لوگ۔ زبردستی جیئے جا رہے ہیں ہم لوگ۔ ورنہ کسی وقت بھی موت آسکتی ہے۔"

"ابھی تو بہت دن جینا ہے آپ کو ٹھاکر صاحب۔"

"نہیں ٹھاکر صاحب۔ اب جینے کو جی نہیں چاہتا۔ جو کچھ کرنا تھا کر لیا۔ آخری عمر میں ہم یہ چاہتے ہیں ٹھاکر صاحب کہ آپ سے میل ملاپ ہو جائے۔ پرانی دشمنی اور رنجش دور ہو جائے۔ دشمنی جاتی رہے۔ دوستی کا پرچم بلند ہو۔"

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ٹھاکر صاحب۔"

"تو پھر شادی سے پہلے۔ ہم ایک گرینڈ پارٹی دینا چاہتے ہیں۔ آپ سب کو۔"

"کس خوشی میں۔؟"

"رکمنی بیٹی کی شادی ہے نا۔ سب سے پہلے تو اسی خوشی میں یہ گرینڈ پارٹی ہو گی۔ اور دوسری خوشی اس بات کی ہے۔ کہ دشمنی کی رسم جو چلی آرہی ہے وہ دوستی میں بدل جائے۔ تو کیا ہرج ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مفت میں زحمت ہوگی آپ کو۔!"

"دوست یہ زحمت نہیں۔ بہت بڑا احسان ہوگا آپ کا۔ میں تہہِ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے ہماری بات مان لی۔ پرسوں رات کے آٹھ بجے آپ اور آپ کے سارے مہمان تشریف لائیں گے۔ ہماری بارہ دری پر ہم جشن برپا کریں گے۔ آپ نے دعوت قبول کر لی نا دوست۔"

"اب اور شرمندہ نہ کیجیئے شبیر سنگھ جی۔ آج آپ نے ہمیں خرید لیا۔"

جب شبیر سنگھ امراؤ سنگھ کی بارہ دری سے باہر نکلے۔ تو فتح اور کامرانی ان کے پاؤں چوم رہی تھی۔

٭

ٹھاکر امراؤ سنگھ کا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ گوپال۔ مادھوری اور رنگی لال بھی پہنچ گئے تھے۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ کی بیٹی کی شادی ہو اور مہمان نہ آئیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔

رات کو ٹھاکر امراؤ سنگھ نے اپنے بیٹے گوپال کو بلوایا۔ اور اس سے کہا۔

"ہم سے ایک غلطی ہو گئی بٹیا۔"

"کیا ڈیڈی۔؟"

"شیر سنگھ آیا تھا ہم نے اس سے وعدہ کر لیا۔"

"کیا وعدہ۔؟"

"انہوں نے کہا کہ وہ رکمنی کی شادی کی خوشی میں۔ ایک گرینڈ پارٹی دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی رکمنی کی شادی سے ایک دن پہلے۔"

"آپ نے کیا جواب دیا۔؟"

"ہم نے انکی دعوت قبول کر لی۔"

"یہ کیا کیا آپنے ڈیڈی۔!"

"ہم سے بھول ہو گئی گوپال۔"

"انکار کر دیجئے ڈیڈی۔ ابھی بھی وقت ہے۔ شیر سنگھ پر ہم بھروسہ نہیں کر سکتے۔ وہ آستین کا سانپ ہے۔ اس کی بہت بڑی اور گہری چال ہے ڈیڈی۔ وہ ہمیں ذلیل کریگا۔ اور ساری برادری کے سامنے ہم منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔"

"ہم کیا کریں۔ جو وچن دیا ہے اسے پورا کرنا ہوگا۔"

"لڑائی جھگڑے سے تو ہم نہیں ڈرتے۔ اگر رکمنی کی شادی

کی بات نہ ہوتی۔ تو وہاں جانے سے کون ڈرتا ہے۔"

"اتنا کمینہ تو نہیں ہو سکتا شیر سنگھ۔ رکمنی کو بیٹی کہکر گیا ہے۔"

"یہی تو موقعہ تھا۔ آپ سے ہاں کروانے کا۔ میں جاکر کہے دیتا ہوں کہ ہم لوگ نہیں آئیں گے۔"

"نہیں گوپال جس شخص کو زبان دیدی۔ اسے پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ آپ ہماری عزت بھی جائے تو پرواہ نہیں۔ اچھا بیٹیا ——— آرام کرو تم۔"

جب گوپال کمرے سے نکل گیا تو امراؤ سنگھ نے الماری کھولکر پستول نکالا اور سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔ کمرے کی بتی بجھائی اور بستر پر دراز ہوگئے۔

*

شیر سنگھ کی خوابگاہ میں منشی جی ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔

"تم نے جو کہا۔ ہم نے کر دیا۔ منشی۔ امراؤ سنگھ کو دعوت دے آئے۔ انہوں نے ہماری دعوت قبول کرلی۔ اب تم بتاؤ۔ سارا انتظام کر لیا۔"

"جی ہاں۔"

"ہمیں یقین نہیں آتا۔"

"میرے ساتھ چلئے آپ۔"

"کہاں۔؟"

"اسی حویلی کے پیچھے۔"

دونوں خوابگاہ سے نکل کر حویلی کے پیچھے کی طرف چلے گئے۔ پھر ایک مکان میں داخل ہوئے۔ بائیں طرف ایک کمرہ تھا۔ دونوں اندر گئے۔ ایک پالنے میں ایک چھوٹا سا بچہ سو رہا تھا۔

"کس کا بچہ ہے منشی جی۔؟"

"روپا کا حضور۔"

"بہت خوب۔ بہت دور کی کوڑی لائے ہو تم۔"

"اب تو یقین آیا سرکار کو۔"

"یقین تو آگیا منشی مگر آنکھیں ترس رہی ہیں۔ دیکھنے کے لئے۔"

"حضور پرسوں تک ہوگا روپا۔" آپ کی آنکھوں کے سامنے۔"

"اگر وہ نہ آئی تو۔؟"

"اسے آنا ہی پڑیگا۔"

"اگر وہ نہ آئی تو۔؟"

"تو میرا سر کاٹ لیجئے گا آپ۔"

"تمہارا سر کاٹنے سے ہمیں کیا ملے گا۔ منشی ہم تو روپا کا سر اپنی گود میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے ہونٹوں سے ہونٹ ملا کر اپنی آرزو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔"

"کیسے نہیں آئیگی سرکار۔ اگر وہ اپنے بچے کی زندگی کی سلامتی چاہتی ہے تو اسے آنا ہی پڑیگا۔ یہ بچہ گوپال کی پہلی اور آخری نشانی ہے۔ ماں ہو کے وہ اپنے بچے کو بھول نہیں سکتی۔ ماں کی ممتا تو ساری دنیا میں مشہور ہے۔ حضور۔"

"تالے کی چابی کس کے پاس ہے۔؟"

"میرے پاس۔"

"پہریداروں کا انتظام کیا ہے منشی جی۔؟"

"ایسی کچی گولیاں تو میں کھیلنے والا نہیں حضور۔ جان پر کھیل کر اس بچے کو حاصل کیا ہے۔ چپے چپے پر اپنے آدمیوں کو رکھا ہے۔ ادھر کسی کی آہٹ ہوئی ادھر اس کا دھڑ گرا۔"

"شاباش منشی جی آج سے ہم تمہاری عقلمندی اور بہادری کے قائل ہو گئے۔" اور شیر سنگھ نے خوش ہو کر جیب سے نوٹوں کا ایک بنڈل نکال کر دیتے ہوئے منشی جی سے کہا۔

"لو ہماری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ۔"

"شکریہ اس عنایت کا۔" نوٹوں کا بنڈل منشی جی نے جیب میں ڈال لیا۔

⁘

شادی سے ایک دن پہلے۔
شیر سنگھ کی بارہ دری یوں سج گئی۔ جیسے بارات یہیں آنیوالی تھی۔ ٹھاکر صاحب نے روپیہ پانی کی طرح بہایا تھا۔ اور سارے شہر میں ڈھنڈورا بھی پٹوا دیا تھا۔ کہ آج رات شیر سنگھ کی بارہ دری پر ایک بے نظیر رقاصہ ناچے گی۔ کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھینگے۔ اس لئے ہر شخص کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس ناچنے والی کے ناچ کو دیکھے۔ اور اس سے لطف اندوز ہو۔
وقت سے پہلے ہی شہر کے لوگ آ چکے تھے۔ اور ڈالیس پر گوپال امراؤ سنگھ اور دیگر لوگ بیٹھے تھے۔ ڈالیس پر ٹھائیاں بانٹی جا رہی تھیں۔ لوگ کوکاکولا چائے پی رہے تھے۔ بجلی کے قمقموں سے ساری بارہ دری جگ مگ جگ مگ کر رہی تھی۔ ابھی تک شیر سنگھ تشریف

نہ لائے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے حواریوں کے ساتھ جام پہ جام چڑھا رہے تھے۔ کرشنا کرامراؤ سنگھ کا ایک ملازم آیا اور اس نے پیغام دیا کہ سب لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

ٹھاکر شیو سنگھ آخری جام چڑھا کر کمرے سے نکلے۔ اور ڈائس کی طرف بڑھے۔ پھر مائیک کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

"آج آپ کے سامنے ایک ایسی رقاصہ پیش کی جا رہی ہے جس کے حسن و جمال کے آگے۔ چاند اور ستارے ہیچ ہیں۔ آپ نے ناچ تو دیکھے ہونگے۔ لیکن ایسا ناچ شاید آپ نے نہ دیکھا ہوگا۔ خوبصورتی۔ رعنائی اور نرت کا ایسا حسین امتزاج دنیا کے کسی گوشے میں نہ ملیگا۔ ایک اور بات عرض کر دوں۔ کہ اس رقاصہ کے چہرے پر نقاب رہیگی اگر حاضرین میں جو شخص اس رقاصہ کو پہچان لے۔ اور اس کا نام بتا دے گا۔ ہم اسے پانچہزار روپے نقد انعام دیں گے ــــ یعنی نقاب اٹھنے سے پہلے نام بتانا پڑیگا۔

اب ہم درخواست کرتے ہیں۔ اس ماہ جبین سے کہ وہ محفل پر بجلیاں گرائے اور آپ اس کی اداؤں سے لطف اندوز ہوں۔"

یکایک ڈائس پر لائٹ مدھم ہو گئی۔ پھر ایک سرخ رنگ کا فوارہ چھوٹا۔ اور رقاصہ آہستہ آہستہ ڈائس پر نمودار ہوئی۔ پہلے جھک کر اس نے دیکھنے والوں کو پرنام کیا ــــ اس کے بعد گھونگھروں کی جھنکار بلند ہوئی۔

٭

واقعی رقاصہ خوبصورت اور حسین تھی۔ جسم سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ تنگ چوڑی دار پائجامہ کے اوپر گھاگھرا پہنے ہوئے اور اوپر کے حصے پر ایک تنگ بلاؤز پہننے کا انداز بڑا ہی نرالا اور دلکش تھا۔ کپڑے اس لئے پہنے جاتے ہیں کہ جسم ڈھانپا جائے۔ یہاں کپڑے اس لئے پہنے گئے تھے کہ جسم عریاں ہوسکے۔ آہستہ آہستہ ناچ میں تیزی اور تندی آنے لگی۔ طبلے کی تھاپ گھنگھرؤں کی کھنکھناہٹ اور ہارمونیم کی سریلی آواز نے ایک سماں باندھ دیا۔ بازویوں چل رہے تھے جیسے بجلی چمک رہی ہو۔ اور انگلیاں یوں تھرک رہی تھیں۔ جیسے آرزوئیں مچل رہی ہوں۔ کبھی یہ رقاصہ اپنی حنائی انگلیوں کو اپنے چہرے کے قریب لاتی۔ جیسے اس کا جی چاہ رہا تھا۔ کہ وہ اپنی نقاب الٹ دے۔ حنائی انگلیوں کے ناخن نگینوں کی طرح چمک رہے تھے۔ گھنی جال دار نقاب جو اس کے چہرے پر لگی ہوئی تھی۔ اس کے اندر دو آنکھیں سارے مجمع کو جھانک رہی تھیں۔ پہچانو۔ میں کون ہوں۔؟ کون ہوں۔؟؟ کون ہوں۔؟؟؟"

ناچ اپنے پورے عروج پر تھا۔ جسم کا ہر حصہ تھرک رہا تھا — پنڈلیاں۔ رانیں۔ پیٹ۔ سینہ۔ گردن۔ رخسار۔ آنکھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے رقاصہ فن اور جذبات سے مغلوب ہو کے

بہترین رقص پیش کر رہی تھی۔ اور تال اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ لوگ محو حیرت تھے۔ یہ کیسا ناچ تھا۔ جس نے ان کے دل کے تاروں کو چھو لیا تھا۔

عین اسی وقت پھر مائیک سے آواز آئی "حضرات۔ جو شخص اس رقاصہ کا نام بتائیگا۔ ہم اسے پانچ ہزار روپیہ نقد انعام دینگے۔"
رقاصہ ان چیزوں سے اب بے نیاز تھی۔ وہ اپنے فن کے مظاہرے میں گم ہو گئی تھی۔ پھر آواز آئی ـــــ "اگر آپ میں سے کوئی شخص اس رقاصہ کا نام نہ بتا سکے گا تو ہمیں مجبوراً اس رقاصہ کا نام بتانا پڑیگا۔"
رقاصہ ایک لمحہ کے لئے چونکی۔ اس کے پاؤں لڑکھڑائے۔ گرنے گرتے بچی۔ پھر سنبھل گئی۔
اب پھر آواز آئی۔ یہ شیر سنگھ کی آواز تھی۔ اگر آپ لوگ اس رقاصہ کا نام نہ بتا سکے۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ یہ مشہور رقاصہ۔" آگے بڑھ کر شیر سنگھ نے رقاصہ کے چہرے سے نقاب الٹ دی۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ نے رقاصہ کی طرف دیکھا۔ رقاصہ نے امراؤ سنگھ کی طرف۔ گوپال نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ کہ شیر سنگھ کی آواز گونجی۔
"حضرات یہ مشہور رقاصہ روپا ہے۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ کی بہو۔"

اچانک پستول چلنے کی آواز آئی۔ شیر سنگھ لڑکھڑا کر گرا۔ ڈائس پر بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ بھاگنے لگے۔

روپا ہکی بکی رہ گئی۔ سامنے شیر سنگھ خون سے لت پت تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی تھی۔ کبھی اپنے آپ کو دیکھتی۔ کبھی شیر سنگھ کو دیکھتی۔ کھٹاک سے اس کے سامنے ایک چیز گری۔ اس نے دیکھا۔ یہ پستول تھا۔ اس نے پستول اٹھا لیا۔ لوگ بھاگ چکے تھے۔ اتنے میں پولیس آگئی۔ پولیس ڈائس پر پہنچی۔ روپا کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پولیس نے روپا کو گرفتار کر لیا۔

شیر سنگھ کو دیوان خانے میں لیجایا گیا۔ ڈاکٹر بلایا گیا۔ مرنے سے پہلے شیر سنگھ نے صرف یہی کہا۔

"میری حویلی کے پیچھے ایک مکان ہے۔ اس میں ایک بچہ پالنے میں سو رہا ہے۔ اس بچے کو روپا کے حوالے کر دیا جائے۔" یہ کہہ کر شیر سنگھ نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

*

دوسرے دن رکمنی کی شادی ہوگئی۔ ٹھاکر جوگندر سنگھ دولہن کو لیکر چلے گئے۔ رکمنی کے جانے کے بعد ٹھاکر امراؤ سنگھ کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔ ڈاکٹر کو بلوایا۔ اس نے امراؤ سنگھ کو دیکھ کر بتایا۔ "دل ذرا کمزور سا ہوگیا ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بس انہیں

آرام کی ضرورت ہے۔"

مادھوری اور گوپال دیوان خانے میں چلے گئے۔ اسی وقت شیر سنگھ کے دو آدمی آئے۔ اور بچے کو دیکھ چلے گئے۔ گوپال نے بچے کو دیکھ کر نفرت سے آنکھیں پھیر لیں۔ مادھوری بچے کو پچکارنے لگی۔ پھر اس نے ایک نوکرانی کو بلایا۔ اور بچے کو اس کے حوالے کیا۔ اور ساتھ ہی بولی۔ "بچے کا اچھی طرح خیال رکھنا۔"

اتنے میں ایک نوکر آیا۔ اور اس نے کہا۔ "ٹھاکر صاحب نے آپ دونوں کو بلایا ہے۔"

دونوں ٹھاکر صاحب کی خوابگاہ میں گئے۔ ٹھاکر صاحب نے بڑی نحیف آواز میں کہا۔ "گوپال میرے قریب آؤ۔"

گوپال کرسی لے کر ان کے قریب آ گیا۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی ڈیڈی۔؟"

"پہلے سے ذرا بہتر ہوں۔ اگر برا نہ مانو۔ تو ایک بات پوچھوں؟"

"کہیئے۔"

"روپا کہاں ہے۔؟"

"حوالات میں ہے۔"

"کیوں۔؟"

"قتل کے جرم میں۔"

ٹھاکر صاحب چپ ہو گئے۔ پھر آہستہ سے بولے۔" روپا کیلئے

ایک وکیل کر لو۔"

"کیوں ڈیڈی۔؟"

"تیری بیوی تو ہے۔"

"تھی۔ اب نہیں۔"

"سنو گوپال ـــ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ قتل کس نے کیا ہے۔ ہو سکتا ہے قتل روپا نے نہ کیا ہو۔ اور ایک بے گناہ لڑکی کو پھانسی مل جائیگی۔ کتنی بری بات ہوگی بیٹا۔"

"میں کیا کروں ڈیڈی۔ جس نے قتل کیا ہے اسے سزا ملنی ہی چاہئیے۔"

"میں سزا کے خلاف نہیں ہوں۔ مگر بے گناہ کو سزا نہیں ملنی چاہئیے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دباؤ کے زیر اثر جرم کا اقبال کر لے۔ اس لئے روپا کے لئے ایک اچھا وکیل کر لو۔"

"آپ تو یونہی پریشان ہو رہے ہیں۔ روپا سے کوئی ہمدردی نہیں مجھے۔"

"کیا میری خواہش کا احترام نہیں کروگے۔ دل کی بیماری کا مریض ہوں۔ نہ جانے کب چل بسوں۔ میری آخری خواہش ہے مان جاؤ بیٹا۔"

"اچھا پتا جی۔"

یہ کہہ کر گوپال کمرے سے نکل آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے مادھوری بھی چلی آئی۔

سامنے سے ماں چلی آ رہی تھی۔

"کیسی طبیعت ہے تمہارے پتا کی۔؟"

"پہلے سے ٹھیک ہیں۔"

"کیا کہتے ہیں۔؟"

"یہی کہ روپا کے لئے وکیل کر لو۔"

"اب وکیل کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ سب کچھ تمہارے پتا جی ہی کا کیا دھرا ہے۔"

"کیا مطلب۔ ماں۔"

"جب تم نے روپا سے شادی کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس وقت گولی سے اڑا دینا چاہتے تھے ـــــ اس وقت سوچ سمجھ سے کام لیا ہوتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ بس خاندان کی عزت کا رونا ساری عمر روتے رہے۔ یہ نہیں دیکھا دنیا کدھر جا رہی ہے۔"

"اس وقت لڑنے جھگڑنے سے کیا فائدہ ماں۔؟"

"ارے اس وقت تیرے ڈیڈی ایک شریف انسان کی طرح روپا کو اپنی بہو بنا لیتے تو آج روپا حوالات میں نہ ہوتی۔"

"ڈیڈی نے روپا سے تو نہیں کہا کہ تم شبیر سنگھ کو گولی سے مار دو۔"

"حالات نے مجبور کر دیا ہوگا بیٹا۔"

"حالات۔؟"

"مجھ سے سننا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔"

"آؤ میرے کمرے میں۔" تینوں کمرے میں گئے۔ وہاں منشی جی کھڑے تھے۔

"دیکھا ہے انہیں کبھی۔"

"انہوں نے شاید مجھے نہ پہچانا ہو۔ میں ٹھاکر شبیر سنگھ کا پرانا خدمت گار ہوں سرکار۔ ان کا منشی۔"

"کیا کہنے آئے ہو۔؟"

"جو کچھ میں جانتا ہوں۔ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں کس نے بلایا۔"

"ضمیر نے۔"

"خوشامدیوں کا ضمیر ہوتا ہے۔؟"

"ہوتا تو نہیں حضور ـــــ لیکن جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اسے بیان کر دوں۔ تو شاید اس قتل پر تھوڑی سی روشنی پڑ سکے۔"

"تم روپا کو جانتے ہو۔؟"

"جی ہاں۔"

"کیسے۔؟"

"میں ہی تو لایا تھا روپا کو۔"

"کیوں۔؟"

"ٹھاکر شیر سنگھ کے کہنے پر۔"

"ان کی کیا دلچسپی تھی روپا میں۔"

"نہایت ہی شرمناک بات ہے۔ کہنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"بتا دو۔"

"وہ روپا پر مرتے تھے۔ اور جب وہ قابو میں نہ آئی۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا۔"

"کیا کہا۔؟"

"میں اپنے ہتھکنڈے دکھاؤں۔ میں نے بہت کوشش کی۔ مگر روپا قابو میں نہ آئی۔ وہ آپکی محبت میں ایسی گرفتار تھی۔ سرکار کہ کسی دوسرے سے بات کرنا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ روپا نے شیر سنگھ کو دھتکار دیا۔ آپ سے شادی کر لی۔ آپ کے پتا جی نے اسے اپنی بہو بنانا گوارا نہ کیا۔ پھر آپ کو گھر چھوڑ کر جانا پڑا۔ لیکن شیر سنگھ روپا کو نہ بھول سکے۔ آپ لوگوں کو بے عزت بھی کرنا چاہتے تھے۔ اور روپا کو بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھے مستقل طور پر اسی کام کے لئے نوکر رکھا۔ جب رکمنی کی سگائی پر آپ آئے۔ اور روپا نہ آئی۔ تو ہم نے سمجھا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔

میں شہر چلا گیا۔ وہاں سے پتہ چل گیا۔ کہ آپ نے روپا کو گھر سے نکال دیا۔ شیر سنگھ مجھے روپے دیتے تھے۔ بھلا میں روپا کی کھوج کیوں نہ کرتا۔ میں نے اپنے آدمیوں کو تعینات کیا ہوا تھا۔ کہ وہ

روپا کی تلاش جاری رکھیں۔ رکمنی کی شادی پر ٹھاکر شبیر سنگھ نے مجھ سے کہا۔ یہ بہترین موقعہ ہے۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ کو بے عزت کرنیکا۔ کیا عرض کردں ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اور ہمیں روپے ملتے تھے۔ اس لئے ہم اس آگ کو اور بھڑکاتے تھے۔ اور اپنا الو سیدھا کرتے تھے۔

دراصل ٹھاکر شبیر سنگھ یہ چاہتے تھے۔ کہ شادی کے موقعہ پر روپا کو بلایا جائے۔ اور اس سے ایک ڈانس کرایا جائے۔ اور عین وقت پر اس کے چہرے سے نقاب الٹی جائے۔ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ ٹھاکر امراؤ سنگھ کی بہو ایک معمولی ناچنے والی عورت ہے۔ اس طرح سارے شہر میں ٹھاکر امراؤ سنگھ کی بے عزتی ہوگی۔ روپا اور گوپال کے درمیان خلیج اور وسیع ہو گی۔ اور آخر میں ٹھاکر شبیر سنگھ روپا کو اپنا بنا لیں گے۔

"بڑی گہری چال تھی۔" گوپال نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں جناب۔ مگر اس گہری چال کا خالق میں ہوں۔ شبیر سنگھ امیر تھے۔ میں غریب۔ شبیر سنگھ عیاش تھے۔ اور میں ان کی عیاشی کا سامان مہیا کرتا تھا۔ اندر ہی اندر سے مجھے اپنے آپ سے نفرت ہوگئی تھی۔ مگر میں کرتا۔ چھ بچوں کا باپ ہوں۔ جاتا کہاں۔ چار لڑکیاں جوان ہیں۔ اور دو لڑکے ـــــ کنبے کو کیسے پالوں۔ میں شبیر سنگھ کا چمچہ بن گیا۔ اور جو وہ کہتے ہیں ہاں میں ہاں ملا دیتا۔

پانچہزار روپے لیکر میں روپا کو تلاش کرنے نکلا۔ آخر میں روپا کے باپ سے ملاقات ہوگئی ـــــ دوہزار روپے اسے دیئے۔ اور روپا کے لڑکے کو میں نے ہتھیالیا ـــــ روپا بہت روئی۔ اور چیخی چلائی۔ گڑگڑائی۔ میں نہ مانا۔ میں نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم اپنے بچے کی سلامتی چاہتی ہو۔ تو تمہیں گوپال اور امراؤ سنگھ کے سامنے ناچنا پڑیگا۔ پہلے اس نے انکار کر دیا۔ میں اس کے بچے کو لے کر یہاں آگیا۔ اگلے ہی دن اس کا تار مجھے ملا کہ وہ آرہی ہے۔ اور اسے میری شرط منظور ہے۔"

"شیر سنگھ کو قتل کرنے کا کیا مقصد تھا۔ کیا تم اس پر روشنی ڈال سکتے ہو۔؟"

"جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے۔ سرکار مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے بچے کو واپس لینے آئی تھی۔ اس کے یہاں آنے کا مقصد صرف یہی تھا۔ کہ کوئی اس کے بچے کو قتل نہ کر دے میں نے بھی تو یہی دھمکی دی تھی۔ یہاں پہنچنے سے پہلے ہو سکتا ہے اس نے پستول کا انتظام کر لیا ہو۔ جب وہ ڈائس پر پہنچی۔ تو ہو سکتا ہے کہ پستول اس کے پاس ہو۔ اور جب اس نے آپ کو اور ٹھاکر امراؤ سنگھ کو ڈائس پر بیٹھا دیکھا۔ شہر کے تمام لوگوں کو دیکھا۔ اور جس طرح ٹھاکر شیر سنگھ بار بار اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ اگر کوئی شخص اس رقاصہ کو پہچان لے گا۔ تو اسے

پانچ ہزار روپے ملیں گے۔ دراصل ٹھاکر شیر سنگھ آپ سب کی بے عزتی کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ آپ کی عزت بچانے کے لئے روپالے نے شیر سنگھ پر گولی چلا دی۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔"

"ہو سکتا ہے۔" گوپال نے کہا۔

"بیٹا یہی بات ہے۔ تمہاری اور تمہارے ڈیڈی کی عزت بچانے کے لئے ہی روپالے نے شیر سنگھ کو مار دیا۔"

یہ کہہ کر منشی جی نے جانے کے لئے اجازت مانگی۔ برآمدے تک گوپال کی ماں انہیں چھوڑنے آئی۔

"منشی جی ٹھہریئے۔"

منشی جی رک گئے۔

"آپ خالی واپس جا رہے ہیں۔؟"

"نہیں ماں جی۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں خالی ہاتھ کیسے جا سکتا ہوں۔"

گوپال کی ماں نے انہیں چند نوٹ دیئے۔

"شکریہ ماں جی۔ یوں کیسی رہی میری وکالت۔؟"

"زبان کے تم دھنی ہو منشی جی۔ کسی کو پتہ نہ چلے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ کسی کو نہ بتانا۔"

"یہ راز تو ہماری زندگی کا اب سہارا ہے ماں جی۔ اسے کسی دوسرے پر ظاہر کر دیا تو ہمیں کیا ملے گا۔ ہمارا پیٹ کون بھرے گا۔"

"جب کبھی روپوں کی ضرورت ہو تو چلے آنا ادھر۔"

"ٹھاکر شبیر سنگھ کا گھر تو اب چھوٹ ہی گیا۔ اب آپ کا ہی تو سہارا رہ گیا ہے۔ ماں جی۔ اچھا ماں جی۔ رام رام۔"

☆

۱۳

گوپال کو ساری رات نیند نہ آئی۔ کروٹیں لیتے لیتے صبح ہو گئی آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک بھیانک طوفان آئیگا ـــــ اور اس سارے قصبے کو تباہ کر دیگا۔ جو کچھ اس سے ڈیڈی نے کہا تھا اس کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کا دماغ پھٹا سا گیا۔ اس کا جی چاہتا تھا۔ کہ وہ کسی سے باتیں کرے ـــــ وہ سیدھا مادھوری کے کمرے میں گیا۔

مادھوری نہا دھو کر پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مادھوری نے گوپال کو سر سے لیکر پاؤں تک دیکھا۔ اور اس کے دل کی کیفیت پہچان گئی۔ اس نے گوپال کو اتنا پریشان کبھی نہ دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے بھیا۔ ؟"

"کیا بتاؤں دیدی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کیا کروں۔ پتاجی

کہتے ہیں۔ کہ روپا کے لئے ایک وکیل ۔" یہ کہکر گوپال چپ ہو گیا۔

"چپ کیوں ہو گئے بھیا۔؟"

"روپا کو بچانے کے لئے ایک وکیل Engage کرنا ہو گا دیدی۔"

"اس میں بری بات کیا ہے۔؟"

"تم بھی یہی صلاح دیتی ہو دیدی۔ وہ روپا جس نے مجھے دھوکا دیا۔ جس نے میری زندگی تباہ کر دی۔ جس نے میری عزت کو پاؤں تلے روندا۔ جو ایک رنڈی۔"

"گوپال روپا کے بارے میں ایسے گندے شبد نہ کہو۔"

"تم سب کچھ جانتی ہو دیدی۔ اور پھر بھی مجھے یہی مشورہ دیتی ہو۔ کہ میں روپا کو اچھا سمجھوں۔ اس کے لئے وکیل Engage کروں۔ اسے بچاؤں میں پتاجی کی بات نہیں مانوں گا۔ تمہاری بات بھی نہیں مانونگا۔ میری بلا سے اسے پھانسی کی سزا ملے۔ یا عمر قید کی۔ اس کتیا کو۔"

"بھیا اسے کتیا مت کہو۔ شاید اب وقت آ گیا ہے۔ کہ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں۔ جو بتانا چاہتی تھی۔ بہت سی باتیں۔ میں تم سے کہنا چاہتی تھی۔ مگر آج تک بتا نہ سکی۔ پہلی بات تو میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ روپا نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ بلکہ میں نے

تمہیں دھوکا دیا۔"

"تم نے دیدی۔؟"

"ہاں میں نے۔ اور میرے پتی نے۔ جو الزام روپا پر لگایا تھا۔ وہ جھوٹا تھا۔ میرا پتی ہوس کا غلام ہے۔ بد اخلاق اور بے شرم قسم کا انسان ہے۔ روپا بالکل نردوش ہے۔ نردوش بھیا۔"

"کیسے دیدی۔؟"

"میں تم سے سچ کہہ رہی ہوں بھیا۔ میں اپنے پتی کی عزت بچانے کے لئے۔ تم سے جھوٹ بولتی رہی۔ روپا اور میرے پتی کے درمیان کسی قسم کا غیر اخلاقی رشتہ نہ تھا۔ وہ بیچاری میرے پتی کے کمرے میں گئی۔ میرے پتی نے اس کی عزت لوٹنی چاہی۔ روپا نے انکار کیا۔ تم نے ان دونوں کو کمرے میں دیکھا۔ اور یہ سوچ لیا۔ کہ روپا میرے پتی سے عشق کر رہی ہے۔ یہ سارا قصہ غلط تھا۔ اس میں رتی بھر سچائی نہیں۔ تمہاری روپا پاک۔ بے گناہ۔ اور نردوش ہے گوپال۔"

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔"

"اپنے پتی کی ہوس کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بھیا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو دیدی۔"

"مجھے جھوٹ بولنے سے کیا ملے گا گوپال۔ اپنے پتی کو بدنام کر کے کیا ملے گا مجھے۔ آج اس راز کو اس لئے تم پر ظاہر کر رہی ہوں۔ تاکہ تمہارا

من صاف ہو جائے تاکہ تم روپا کا اصلی چہرہ دیکھ سکو۔ اور اس کو بچانے کے لئے ہر کوشش کرو۔"

"خونی تو وہ ہے۔ کیسے بچے گی وہ دیدی۔؟"

"یہ تو سوچو کہ اس نے خون کیوں کیا۔؟"

"مجھے کیا معلوم۔"

"ہمارے خاندان کی عزت بچانے کے لئے۔"

"کیسے دیدی۔؟"

"ارے پگلے۔ ٹھاکر شبیر سنگھ اور پتا جی ہمیشہ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو بے عزت کرنے کی کوشش کی۔ ٹھاکر شبیر سنگھ نہیں چاہتے تھے۔ کہ رکمنی کی شادی اس شان و شوکت سے ہو۔ ٹھاکر شبیر سنگھ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا ہنگامہ کیا جائے۔ جس سے ہمارا سارا خاندان بدنام ہو۔ اور سارے شہر میں ہماری بے عزتی ہو جائے۔ اس لئے ٹھاکر شبیر سنگھ نے روپا کو بلوایا۔ اور اپنی بارہ دری میں شہر کے تمام روسا کو بلوا کر روپا کا ناچ رکھوایا۔ اور بار بار اس بات کا اعلان کرتے تھے۔ کہ جو شخص اس رقاصہ کا نام بتا دیگا۔ اسے انعام دیا جائیگا۔ روپا اس چال کو سمجھ گئی۔ اس نے ہمارے خاندان کی عزت بچانے کے لئے شبیر سنگھ کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اس کی قربانی بے مثال ہے قابل تعریف ہے۔ اس نے ہمارے خاندان کی عزت کو بچایا ہے سمجھا۔ نہیں

اس کی زندگی بچانی چاہیئے۔"

یہ کہکر مادھوری کمرے سے نکل گئی۔ گوپال سن سا ہو گیا کیا تو تو بدن میں لہو نہیں۔ کیا روپا اتنی بڑی قربانی کر سکتی ہے۔ جسے وہ گھٹیا اور ذلیل عورت سمجھتا رہا۔ وہ اتنی پاکیزہ اور گریٹ نکلی۔ وہ روپا کو بچائیگا۔ اس کے لئے بہترین وکیل کریگا۔ وہ روپا سے ملیگا اپنے گناہوں کی معافی مانگیگا۔ جو ظلم اور اتیا چار اس نے روپا پر کئے تھے۔ ان کے لئے معافی مانگیگا۔

گوپال سیدھا وکیل گوردھن داس کے گھر گیا۔ انہیں سارا قصہ سنایا۔ قتل کے حالات سننے کے بعد گوردھن داس نے کہا۔ "روپا سے کہو کہ وہ اپنے جرم کا اقبال نہ کرے۔ ورنہ اسے چھڑانا ناممکن ہو جائیگا۔ تم ابھی جاکر روپا سے ملو۔ اور یہ بات اسے ذہن نشین کرا دو۔ ورنہ حالات بگڑ جائیں گے۔ اور روپا کو بچانا مشکل ہو جائیگا۔"

گوپال گوردھن داس کے گھر سے نکل کر حوالات پہنچا۔

روپا گوپال کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران سی رہ گئی — اس کا گلا رندھ سا گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ — "آپ یہاں کیسے آئے ۔؟" روپا نے رندھے انداز میں پوچھا۔

"تم سے ملنے چلا آیا۔"

"کیا ضرورت تھی اس کی۔"

"مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے روپا —— تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔"

"ایک بازاری اور گھٹیا عورت سے معافی کیوں مانگتے ہو، ٹھاکر۔ جسے دھتکار چکے ہو۔ اسے اپنانے سے کیا فائدہ۔ جس کو رنڈی کہا اور سمجھا اس سے کیوں معافی مانگتے ہو۔؟"

"اپنے آپ کو گالیاں نہ دو۔ تم تو دیوی ہو۔ دیوی روپا۔"

"ایک بازاری عورت کو دیوی نہ کہو ٹھاکر۔ دیوی دیوتاؤں کا اتنا بڑا اپمان نہ کرو۔ میں ایک نہایت ہی گھٹیا عورت ہوں جس نے تمہارے خاندان کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔"

"مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا —— روپا۔ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے آیا ہوں —— میں نے تمہیں اتنی تکلیفیں دیں۔ جنہیں یاد کر کے میری روح کانپنے لگتی ہے۔ نہ جانے تم نے اتنے دکھ کیسے سہہ لئے۔"

"مجھے تو دکھ برداشت کرنے کی عادت ہے گوپال۔ میں غریب عورت ہوں۔ ساری عمر دکھ درد سہتی رہی ہوں۔ اسی لئے انہیں سہہ لیا۔ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔"

"کیا تم پچھلی باتوں کو بھول سکتی ہو۔ روپا۔"

"کون سی پچھلی باتیں ٹھاکر۔"

"وہ ستم جو میں نے تم پر ڈھائے۔ جبکہ تم حاملہ تھیں۔ میں نے تمہیں گھر سے نکال دیا۔ تم نے دردر کی ٹھوکریں کھائیں۔ میرے بیٹے کو پالا۔ اپنی عزت کی رکھوالی کی۔ اور تم کیا کرتیں روپا۔"

"یہ تو مجھے کرنا ہی چاہئے ٹھاکر۔"

"مجھے دیدی نے سب کچھ بتا دیا۔ جو بدنامی کا داغ تیرے ماتھے پر لگایا گیا تھا۔ وہ دیدی نے کل دھو دیا ــــ مجھے اصلی حالات کا پتہ چل گیا ہے۔ میں اپنے کئے پر بہت نادم ہوں۔ روپا معاف کر دو مجھے۔ معاف کر دو ــــ روپا۔"

"کس بات کی معافی مانگ رہے ہو ٹھاکر۔ جو قسمت میں لکھا تھا۔ وہ ہو کر رہا۔"

"میں تمہارا ہو کر تمہارا نہ رہا۔ مجھے تمہاری مدد کرنا چاہیئے تھی۔ اور میں نے تمہیں درندوں کے حوالے کر دیا۔"

"وہ شاید میرے کرموں کا پھل تھا۔"

"نہیں روپا میری بے وقوفی تھی۔ غصے سے میں پاگل سا ہو گیا۔ میں حالات کا تجزیہ نہ کر سکا ــــ اور تمہیں اپنی آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ کیا تم مجھے معاف نہیں کرو گی روپا۔؟"

"ایسی باتیں نہ کرو گوپال۔ مجھ سے معافی نہ مانگو۔ میں نے تم سے پیار کیا ہے۔ میں نے تمہیں چاہا ہے۔"

"کیا تم اب مجھے نہیں چاہتیں۔؟"

"اپنے دیوتا سے کبھی کوئی روٹھ سکتا ہے۔ تم مجھ سے روٹھ گئے تھے۔ میں تو تم سے نہیں روٹھی تھی ـــــ تم مجھے بھول گئے تھے۔ میں تمہیں نہیں بھولی۔ تم نے مجھے اپنے دل سے نکال دیا۔ میں نے تمہیں اپنے دل سے نہیں نکالا۔ میں پہلے بھی تم سے پیار کرتی تھی۔ اب بھی تم سے پیار کرتی ہوں۔ میری محبت میں رتی بھر فرق نہیں آیا۔ گوپال۔"

"تو پھر ایک وعدہ کرو ـــــ"

"ایسی بات کہنا جو میں کر سکوں ٹھاکر۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ہے۔"

"ہاں۔!"

"یہ تم نے کیا کیا رویا۔"

"جو پاپ میں نے کیا ہے اس کی سزا کیوں نہ بھگتوں۔"

"لیکن رویا۔"

"اور کرتی بھی کیا۔ ساری محفل میں شیر سنگھ مجھے بے عزت کرنا چاہتا تھا۔ مجھے بے عزت کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمہارے خاندان کی بے عزتی کرنا چاہتا تھا۔ بھلا میں اس بات کو کیسے برداشت کرتی۔؟"

"تم ناچنے کیوں آئیں۔"

"لائیں بے بس اور مجبور تھی۔"

"کیسے - ؟"

"شیر سنگھ کے آدمی میرے بیٹے کو اغوا کرنے آئے تھے۔ اور انہوں نے مجھ سے صاف صاف کہدیا تھا۔ کہ اگر میں نہ ناچی تو وہ میرے بیٹے کو قتل کر دینگے۔ تم ہی بتاؤ ان حالات میں کیا کرتی -"

"شیر سنگھ کو قتل کر کے تمہیں کیا ملا - ؟"

"مجھے تو کچھ نہیں ملا - مگر میں نے تمہاری عزت بچالی۔ اور اپنے بیٹے کی جان -"

"میری عزت تو بچالی - میرے جیون کی تم نے پروا نہ کی -"

"کیسے - ؟"

"تمہارے بغیر میں کیسے جیونگا - یہ تم نے سوچا - ؟"

"میرا بیٹا تمہارے پاس ہے - وہ امانت ہے میری تمہارے پاس - اس کی دیکھ بھال کرنا - اسے کوئی تکلیف نہ ہو گوپال - تم لائے تھیں میرے بیٹے کو - اپنے لال کو دیکھنے کے لئے جی ترس رہا ہے میرا -"

"کل لاؤنگا -"

"ایک عرض کر دوں روپا - ؟"

"اس طرح سے بات نہیں کرتے گوپال - جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہدو -"

"میں نے تمہارے لئے ایک بہت بڑا وکیل Engage کیا ہے - وہ کہتا ہے - اگر تم اپنا بیان بدل دو - تو تم بچ سکتی ہو -"

"جو جرم میں نے کیا ہے اسکی سزا مجھے ملنی ہی چاہیئے -"

"میں تمہاری جان بچانا چاہتا ہوں -"

"کیوں ۔؟"

"میں تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکونگا۔ روپا ۔"

"اتنے دن تو زندہ رہے۔ باقی جیون بھی ایسے ہی گزار لینا ۔"

"اتنے دن تو تمہارے بغیر اس لئے زندہ رہا۔ کہ میں تمہیں گناہگار سمجھتا رہا۔ اب جب مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ تم پاک اور نیک ہو ۔تم نے کوئی گناہ نہیں کیا تو میں تمہیں کیسے موت کے حوالے کر دوں ۔"

"وعدہ کرو روپا کہ تم اپنا بیان بدل دو گی ۔"

"یہ نہیں ہو گا گوپال ۔"

"میرے لئے بھی نہیں ۔؟"

"نہیں گوپال ۔"

"اپنے بیٹے کے لئے بھی نہیں ۔"

"نہیں ۔ نہیں ۔گوپال ۔ جو کچھ میں نے کیا ہے ۔ سوچ سمجھ کر کیا ہے ۔ شیر سنگھ کا قتل میں نے کیا ہے ۔ سزا مجھے ملنی چاہیئے ۔کسی اور کو نہیں ۔"

یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ۔ اتنے میں وارڈر آ گیا اور اس نے گوپال کو ملاقات کا وقت ختم ہونے کی اطلاع دی ۔

"اچھا میں کل آؤنگا ۔"

یہ کہہ کر گوپال حوالات سے باہر کی طرف چل پڑا ۔

❋

رات کو ٹھاکر امراؤ سنگھ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ۔ انہوں نے

گوپال کو بلایا۔ اور سب سے پہلے یہی سوال کیا ــــ "کیا روپا کے لئے وکیل کیا۔؟"

"ہاں نیتا جی۔"

"کس کو Engage کیا۔؟"

"وکیل گوردھن داس کو نیتا جی۔"

"روپا سے مل کے آئے۔؟"

"ہاں نیتا جی۔"

"کیا تم نے روپا سے کہا تھا۔ کہ وہ اپنا بیان واپس لے۔"

"ہاں کہا تھا نیتا جی۔"

"کیا جواب دیا اس نے۔"

"وہ اپنا بیان واپس لینا نہیں چاہتی۔"

"کیا مرنا چاہتی ہے۔؟"

"میں کیا بتاؤں نیتا جی۔"

"تمہیں سمجھانا چاہیئے اسے۔"

"میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ لیا نیتا جی۔ مگر اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔"

"وکیل کیا کہتا ہے۔؟"

"ان کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ جب تک روپا اپنے بیان واپس نہیں لیتی۔ اسے رہا کرانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ پھر بھی وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرینگے۔ کہ روپا کو پھانسی کی سزا نہ ملے۔"

"تم ایک بار پھر کوشش کرو۔"

"کل روپا سے ملنے جاؤنگا پتا جی۔"

"کچہری میں کیس کب پیش ہوگا۔؟"

"پرسوں ـــــ پتا جی اب آپ آرام کیجئے۔ زیادہ باتیں نہ کیجئے۔"

"میں تمہیں کیا بتاؤں گوپال میرے دل پر ایک عجیب وغریب قسم کا بوجھ ہے۔ میں نے روپا کے ساتھ کتنا بُرا اتیاچار کیا۔ نہ جانے میرے بارے میں وہ کیا رائے رکھتی ہوگی۔ کاش میں روپا سے مل سکتا۔ اور اس سے معافی مانگ سکتا۔ تاکہ میں چین سے مر سکتا۔"

"جو ہونا تھا۔ وہ ہو چکا پتا جی۔"

"نہیں بیٹا۔ اگر روپا کو پھانسی کی سزا ہوگئی۔ تو بڑا انیائے ہوگا۔"

"قانون کے آگے ہر شخص بے بس ہے پتا جی۔ جو قتل کرتا ہے اسے سزا تو ملنی ہے ہی پتا جی۔"

"گوردھن داس کو میرے پاس بھیجنا۔ ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں ان سے۔"

"اچھا پتا جی۔"

٭

اگلے دن گوپال اپنے بیٹے کو لیکر روپا سے ملنے گیا۔ بیٹے کو دیکھتے ہی روپا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــ اس نے اپنے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ اور بے تحاشہ چومنے لگی۔ یہ منظر دیکھ کر گوپال کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں۔

روپا نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا کر کہا ۔" میری اور تمہاری محبت کی آخری نشانی ہے گوپال ۔ اسے سنبھال کر رکھنا ۔ اسے کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے ۔"

"روپا ۔ یہ بچہ صرف تمہارا ہی نہیں میرا بھی ہے ۔ اس میں تمہاری ہی جان نہیں میری بھی جان ہے ۔ اس میں صرف تمہارا ہی خون نہیں میرا خون بھی ہے ۔ اس کے لئے ایک قربانی تو کرو ۔"

"میں نے اس پر اپنا جیون نچھاور کر دیا تھا ۔ اور کیا کرتی ۔"

"ابھی بہت کچھ کر سکتی ہو اگر کرنا چاہو ۔"

"بتاؤ تو ۔"

"تم بڑی ضدی عورت ہو مانو گی نہیں ۔ میں پھر وہی بات کہوں گا ۔ جو کل کہی تھی ۔ یعنی اپنا بیان واپس لے لو ۔ یہ بات صرف میں ہی نہیں کہہ رہا ہوں ۔ پتا جی نے بھی یہی بات کہی ہے ۔ اور میرا وکیل بھی یہی کہتا ہے ۔"

"جس نے قتل کیا ہے سزا اسے ملنی چاہیئے ۔ گوپال میں نہیں چاہتی کسی بے گناہ کو پھانسی کی سزا ہو ۔"

"اپنے بیٹے کے لئے بھی نہیں روپا ۔"

"نہیں گوپال ۔ نہیں ۔"

"تم جانتی ہو ۔ پتا جی کی حالت بہت نازک ہے ۔ وہ چند دن کے مہمان ہیں ۔ ان کی بھی یہی آرزو ہے ۔ کیا ایک مرتے ہوئے انسان کی بھی آرزو کو پورا نہیں کرو گی روپا ۔؟"

" یہ بات میرے بس کی نہیں گوپال ۔ میں نے سوچ سمجھ کر

قتل کیا ہے۔ غصہ یا بیوقوفی کا اس میں ذرا بھی دخل نہیں۔ شبیر سنگھ صرف میری ہی عزت نہیں لوٹنا چاہتا تھا۔ بلکہ وہ تمہارے خاندان کی بھی عزت کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسکی آرزو پوری نہیں ہونے دی۔ اور میں نہیں چاہتی کہ میری جگہ ایک بے گناہ کو پھانسی کی سزا ملے۔ یہ میرے ضمیر کی آواز ہے۔ میں اسے ٹھکرا نہیں سکتی۔"

یہ کہکر اس نے اپنے بیٹے کو گوپال کے حوالے کیا۔ اور گوپال کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

گوپال نے سمجھ لیا کہ اب سمجھانا بیکار ہے۔ روپا نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ کسی بھی قیمت پر بدلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

کورٹ روم لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔

دراصل اس چھوٹے سے شہر میں۔ اس طرح کے قتل بہت کم ہوتے تھے۔ خاص کر۔ کہ ایک عورت نے اس ٹاؤن کے ایک مشہور رئیس کو گولی کا نشانہ بنا دیا تھا۔ ٹاؤن کے کونے کونے میں اس کیس کا چرچا تھا۔ اس لئے آج کورٹ روم میں بھی مشہور ہستیاں موجود تھیں۔ تاکہ وہ لوگ خود سن سکیں کہ ملزمہ کیا کہتی ہے۔ ملزمہ نے کیوں قتل کیا۔ کٹہرے میں روپا کھڑی تھی۔ ایک سفید ساڑھی پہنے ہوئے اسکی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ اور چہرے پر ایک وقار سا تھا۔

سرکاری وکیل نے اپنی رعب دار آواز میں روپا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مائی لارڈ۔ مجھے قتل کے کیسوں کی وکالت کرتے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا۔ بلکہ میں یہ کہنے پر تیار ہوں کہ میرے سر کے بال سفید ہو گئے۔

مگر میری زندگی میں یہ پہلا کیس ہے۔ جب میں نے یہ محسوس کیا۔ کہ ایک عورت ایک ماں۔ جو انسانی نسل کی خالق ہوتی ہے۔ اس کے اندر اتنی درندگی اور جیوانیت بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس ٹاؤن کے ایک مشہور ٹھاکر کو اتنی بے رحمی سے گولی کا نشانہ بنا دے۔ اور سارے قصبہ میں دہشت پھیلا دے۔ جہانتک قتل کے ثبوت کا تعلق ہے اس کے بارے میں ملزمہ کا بیان کافی ہے۔ جس میں اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ ٹھاکر شیر سنگھ کو اس نے گولی کا نشانہ بنایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا ملزمہ کے بیان کو ہی درست مانا جائے۔ تو اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مائی لارڈ کہ جب پستول کو محکمہ تحقیقات کے سپرد کیا گیا۔ اور اس کی رپورٹ منگوائی گئی۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ پستول پر ملزمہ کی انگلیوں کے نشان تھے۔ اب اس سے بہتر ثبوت اور نہیں مل سکتا۔

جہانتک ملزمہ کی حیثیت اور اوقات کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں جتنا کم کہا جائے بہتر بات ہوگی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں مائی لارڈ کہ ملزمہ ایک رقاصہ ہے۔ ایک معمولی سی عورت جس کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ ایک ایسی عورت جو ننگ انسانیت ہے۔ اس عورت نے ٹھاکر شیر سنگھ کا قتل کر کے ہندوستانی عورت کے منہ پر تھوکا ہے۔

بھارت کی ناریاں تمنا، خلوص۔ اور پیار کا مجسمہ ہوتی ہیں۔ ہمیں اپنی ماؤں بہنوں پر فخر اور ناز ہے۔ ہمارے دیش میں ستیا اور ساوتری پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے تہذیب اور تمدن کے پرچم کو بلند کیا ہے۔ اور کہاں آج کل ناچنے والی لڑکیاں جنہوں نے اپنی عزت اور عصمت

کو بیچ ڈالا۔ اور انکی یہ ہمت کہ پستول سے ایک مشہور اور باعزت انسان کو گولی کا نشانہ بنا دے۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا کیس ہے۔ مائی لارڈ۔ میں چاہتا ہوں کہ ملزمہ کو کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔ تاکہ آنیوالی نسلیں اس سزا سے عبرت حاصل کر سکیں۔"

یہ کہہ کر سرکاری وکیل اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کورٹ میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جج نے ملزمہ کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

"تم اپنے بیان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہو۔؟"

سب کی نظریں روپا پر جم گئیں۔ روپا کی نگاہیں ایک لمحہ کے لئے گوپال کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ جس نے روپا سے کہا تھا۔ کہ تم اپنا بیان بدل لینا۔ اگر تمہیں میری اور میرے بیٹے کی زندگی عزیز ہے۔

دراصل یہی موقع تھا۔ جب ملزمہ کو پورا حق تھا کہ وہ اپنا Confention بدل لے۔ زندگی سے کس کو محبت نہیں ہوتی۔ اس دنیا میں کوئی مرنا چاہتا ہے۔ روپا کی نگاہیں گوپال سے ہٹ کر لوگوں پر گئیں۔ پھر جج کی طرف دیکھ کر اس نے کہا۔ "میں نے جو بیان دیا ہے۔ بالکل درست ہے۔ میں پھر یہ دہرانا چاہتی ہوں۔ کہ ٹھاکر شیر سنگھ کا قتل میں نے کیا ہے۔ کسی اور نے نہیں کیا۔ میں یہ بیان اپنے پورے ہوش اور حواس میں دے رہی ہوں۔ میں نے شیر سنگھ کو کیوں مارا۔ یہ ایک الگ کہانی ہے۔

سرکاری وکیل نے میرے بارے میں جو غیر مہذب جملے استعمال

گئے ہیں۔ وہ انہیں زیب نہیں دیتے۔ ٹھاکر شیر سنگھ اس قصبے کے رئیس تھے۔ ایک باعزت انسان تھے۔ مگر ناچنے والیوں کی بھی عزت ہوتی ہے۔ اور میں نے اپنی عزت بچانے کے لئے ٹھاکر شیر سنگھ کا قتل کیا۔ میں اس کے علاوہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتی۔"

وکیل گوور دھن داس بیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کہ اس لڑکی نے کیا کر دیا۔ اپنے بیان کو بھی اس لڑکی نے نہیں بدلا۔

جج نے ملزمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا ملزمہ کے وکیل کو کچھ کہنا ہے۔؟"

وکیل گوور دھن داس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مائی لارڈ۔ میں نے سرکاری وکیل کے الزامات سن لئے۔ ملزمہ کا بیان جس میں اس نے قتل کا اعتراف کیا ہے۔ وہ پڑھا بھی اور سنا بھی میں نے سرکاری وکیل کی خطابت اور ان کے زورِ بیان کا اثر دیکھا۔ ہمارے سرکاری وکیل ایک اچھے خاصے مقرر ہیں۔ اور ایک وکیل کو ایک اچھا خاصہ مقرر ہونا بھی چاہیئے۔"

سرکاری وکیل ۔ مائی لارڈ۔ میرا ایک اعتراض ہے۔"

جج "۔ آرڈر ۔ آرڈر۔"

سرکاری وکیل ۔" حضور میرا اعتراض۔"

جج ۔ " فرمایئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔؟"

سرکاری وکیل ۔ میں ملزمہ کے وکیل سے درخواست کرونگا۔ کہ میری خطابت کی زیادہ تعریف نہ کریں۔ اور نہ ہی میرے زورِ

بیان کی۔ اور ساتھ ہی یہ عرض کرونگا۔ کہ ذاتی حملے کرنیکا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔"

جج ـــــ "ہاں میرا ابھی یہی خیال ہے کہ ذاتی حملے کرنیکا کسی کو حق نہیں۔"

وکیل گوردھن داس نے اس اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے کہا "مائی لارڈ ۔ جہاں تک ملزمہ کے بیان کا تعلق ہے۔ وہ ملزمہ کے خلاف جاتا ہے۔ جہاں تک گواہوں کا تعلق ہے۔ وہ سبھی ملزمہ کے خلاف ہیں۔ لیکن میں ایک بات سرکاری وکیل سے پوچھنا ہوں کہ تحقیقات کے محکمہ سے جو رپورٹ پیش کی گئی تھی اس پر کیوں پردہ ڈالا گیا۔؟"

سرکاری وکیل ـــ "کس نے پردہ ڈالا۔؟"

گوردھن داس ۔ مجھے کیا معلوم کس نے پردہ ڈالا۔ میرے پاس پوری رپورٹ موجود ہے۔ میرے پاس فوٹو ہیں۔"

سرکاری وکیل "کیا محکمہ تحقیقات نے اس بات کی تصدیق نہیں کی کہ پستول پر روپا کی انگلیوں کے نشان ہیں۔"

گوردھن داس ـــــ "کی ہے۔"

سرکاری وکیل ـــــ "تو پھر اور کیا چاہیئے۔؟"

گوردھن داس ـــــ "اس رپورٹ میں اس بات کا ذکر ہے۔ جسے شاید سرکاری وکیل نے اہمیت نہیں دی۔ یا جان بوجھ

اس بات کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یا اسے پردہ راز میں رکھا گیا۔"

سرکاری وکیل ـــــ "مائی لارڈ ۔ میں اعتراض کرتا ہوں۔ کہ ہماری نیت پر شک کیا جا رہا ہے۔"

جج ـــــ "ملزمہ کا وکیل اپنا بیان جاری رکھے۔"

گووردھن داس ـــــ "شکریہ۔ مائی لارڈ۔ حضور میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔ کہ محکمہ تحقیقات کی رپورٹ میں۔ اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ پستول کے دستے پر صرف روپا کی انگلیوں کے نشان نہ تھے۔ بلکہ کسی دوسرے کی انگلیوں کے نشان بھی تھے۔

جج ـــــ "کیا یہ بات درست ہے۔؟"

گووردھن داس ـــــ "حضور کو اگر یقین نہ آئے۔ تو جناب اس رپورٹ کو پڑھ سکتے ہیں۔

گووردھن داس رپورٹ کا وہ حصہ پڑھ کر سناتے ہیں۔

کورٹ روم میں ایک ہنگامہ مچ جاتا ہے۔

جج ـــــ "آرڈر۔ آرڈر۔"

گووردھن ـــــ "مائی لارڈ میں نے اپنی بات کی وضاحت پوری طرح سے نہیں کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پستول کے دستے پر ملزمہ کے نشان تھے۔ پولیس نے اور دیگر گواہوں نے اس بات کی گواہی دی ہے۔ کہ پستول روپا کے ہاتھ میں تھا۔

لیکن حضور لبنی دباتے ہوئے پستول کس کے ہاتھ میں تھا۔"

سرکاری وکیل ــــ "زوپا کے ہاتھ میں۔"

گوردھن داس "یہ آپ کہہ رہے ہیں۔ آننی جلدی فیصلہ نہ کیجئے۔ ایک عورت کی زندگی کا سوال ہے۔"

سرکاری وکیل ــــ ایک معمولی رقاصہ۔ جس کی کوئی اوقات نہیں۔"

گوردھن ــــ "مجھے آپ کے اس جملے پر اعتراض ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ملزمہ کی ذات کے متعلق اس قسم کے غیر مہذب الفاظ کہے جائیں۔ اگر ٹھاکر شیر سنگھ کے متعلق یہ کہدوں کہ ان کا کردار رقاصہ سے بہتر نہیں تھا۔ تو آپ اس کے جواب میں کیا کہیں گے۔ کسی شخص کا رتبہ صرف روپوں سے ناپا نہیں جاتا۔ اس کے کردار کو بھی دیکھا جاتا ہے۔"

سرکاری وکیل ــــ "ٹھاکر شیر سنگھ کو کون نہیں جانتا ان کی شرافت اور انسانیت کا ہر شخص مداح تھا۔"

گوردھن داس ــــ "اور ان کی بدمعاشیوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔؟"

جج ــــ "آرڈر۔ آرڈر۔ عدالت دونوں وکیلوں کو حکم دیتی ہے کہ بحث تہذیب اور ادب کے دائرے میں رہ کر کی جائے۔ اور جو اصلی نکتے ہوں ان کی وضاحت کیجائے۔"

گووردھن داس ـــــ "مائی لارڈ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک اہم نکتے کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جس پر ملزمہ کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پستول کے دستے پر روپا کی انگلیوں کے نشان ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ کسی اور کی انگلیوں کے نشان بھی ہیں۔ میں یہ پوچھنا ہوں کہ جب پستول کی لبلبی دبائی گئی۔ اس وقت پستول کس کے ہاتھ میں تھا۔ یعنی پستول کسی اور نے چلائی۔ پھر اچانک یہ پستول اس کے ہاتھ سے چھین کر روپا کے قریب گرا دیا گیا۔ روپا نے پستول اٹھا لیا۔ اسی وقت پولیس اور دیگر لوگ آ گئے۔ اور روپا کو گرفتار کر لیا گیا۔

ملزمہ نے حوالات میں جا کر اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ پستول کے دستے پر کسی اور کی انگلیوں کے نشان کیوں ہیں۔ اس اہم نکتے پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔"

سرکاری وکیل ـــــ "مائی لارڈ۔ اس مسئلہ کو یوں ہی اٹھایا جا رہا ہے۔ بات صاف اور سیدھی ہے۔ ملزمہ کا وکیل تو اس طرح بات کرتا ہے۔ جیسے اسٹیج پر کوئی بھوت پریت بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی گولی کوئی اور چلائے اور اچانک پستول روپا کے ہاتھ میں آ جائے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں ملزمہ کے وکیل سے کہ اگر ان کی دلیل کو مان لیا جائے۔ کہ پستول چلاتے وقت

یہ پستول کسی اور کے ہاتھ میں تھا۔ تو روپا پر کس نے دباؤ ڈالا تھا کہ وہ جرم کا اقبال کرے۔ کیا پولیس نے ڈرایا دھمکایا تھا۔ ملزمہ کو۔ کیا روپا کو اپنی زندگی سے محبت نہیں۔ آخر وہ کونسی طاقت تھی جس نے روپا کو مجبور کیا کہ وہ اپنے جرم کا اقبال کرے۔ وہ صرف اس کے ضمیر کی آواز تھی۔ اگر روپا نے قتل نہ کیا ہوتا تو وہ فاضل جج کے سامنے اپنے بیان کو بدل سکتی تھی۔ اگر کسی نے اسے مجبور کیا تھا۔ تو میں اس وقت ملزمہ سے کہونگا کہ وہ اپنا بیان واپس لے۔"

سب لوگ روپا کی طرف دیکھتے ہیں۔

روپا ——— "میں نے جو کچھ کہا ہے۔ درست کہا ہے۔ مائی لارڈ۔ میں اپنا بیان واپس لینا نہیں چاہتی۔"

گوردھن داس ——— "مائی لارڈ۔ میں ملزمہ کے بیان کی تردید نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن ایک بات میرے ذہن میں کیل کی طرح اٹکی ہوئی ہے کہ پستول کے دستے پر دو مختلف انسانوں کی انگلیوں کے نشان ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ملزمہ کسی خاص وجہ سے اس جرم کا اقبال کر رہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ملزمہ کسی کی جان بچانا چاہتی ہو۔ جسکی وہ عزت کرتی ہے جس کا وہ مان اور آدر کرتی ہے۔ اس لئے میں پھر یہ کہونگا۔ تفتیش کی جائے کہ پستول کے دستے پر روپا کے علاوہ کس کی انگلیوں

کے نشان ہیں۔"

اسی وقت ٹھاکر امراؤ سنگھ جھبڑ کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور بلند آواز میں بولے۔

"وہ میری انگلیوں کے نشان ہیں۔ مائی لارڈ۔"

سارے کورٹ میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ گوپال ہکا بکا سا رہ گیا۔

ٹھاکر امراؤ سنگھ — "مائی لارڈ۔ صرف نشان ہی میرے نہیں۔ بلکہ پستول کی لبلبی میں نے دبائی۔ شیر سنگھ کو میں نے قتل کیا۔ اور شیر سنگھ کو قتل کرنے کی وجہ میں بتاتا ہوں۔"

"شیر سنگھ میرا جانی دشمن تھا۔ اس نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح مجھے ذلیل کرے۔ ہم دونوں اس قصبے کے جانے پہچانے رئیس تھے۔

اور جب دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ تو انسان کی ہوس بھی بڑھتی ہے۔ وہ انہی چھوٹی چھوٹی باتوں میں دلچسپی لیتا تھا۔ کہ کسی طرح ان لوگوں کو ذلیل کیا جائے۔ جو ان کے ہم پلہ تھے اگر میں سارے افسانے کو چند فقروں میں بیان کر دوں۔ تو بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جائیگی۔

روپا میرے لڑکے سے محبت کرتی تھی۔ اور میرا لڑکا گوپال بھی روپا سے محبت کرتا تھا۔ روپا ایک رقاصہ تھی۔ جب مجھے

ان دونوں کی محبت کا پتہ چلا ۔ تو میں نے ان دونوں کو شادی کرنے سے روکا ۔ دونوں نہیں مانے ۔ دونوں نے خفیہ شادی کر لی ۔ اور میں نے دونوں گھر سے نکال دیا ۔ ٹھاکر شبیر سنگھ کو اس قصے کا علم تھا ۔ صرف علم ہی نہیں بلکہ ٹھاکر شبیر سنگھ روپا کو اپنی حوس کا شکار بنانا چاہتا تھا ۔ جس میں ہمیشہ ناکام رہا ۔ جب میری بیٹی رکمنی کی شادی کی تاریخ مقرر ہوئی ـــــ تو ٹھاکر شبیر سنگھ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا ۔ کہ وہ اپنی بارہ دری میں ایک ناچ رکھنا چاہتے ہیں ۔ میری بیٹی کی شادی کی خوشی میں ۔ میں مان گیا ۔ مجھے کیا معلوم تھا ۔ کہ وہ مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہیں ۔ بھری مجلس میں انہوں نے اپنے حواریوں کے ذریعے روپا کا پتہ لگوایا ۔ اس کے بیٹے کو اغوا کیا ۔ اور اپنی بارہ دری میں روپا کا رقص رکھا ۔ میں ان باتوں سے بے خبر تھا ۔ اسٹیج پر جب رقاصہ کو بلوایا گیا ۔ تو اس کی شناخت کے لئے انعام رکھا گیا ۔ میں ذرا چونکا ۔ رقاصہ آئی ۔ اس کا چہرہ کالی جالی سے ڈھکا ہوا تھا ۔ شبیر سنگھ چاہتا تھا ۔ کہ بھری مجلس میں روپا کو بے نقاب کیا جائے ۔ اور لوگوں پر ظاہر کیا جائے کہ ٹھاکر امراؤ سنگھ کی بہو ایک گھٹیا رقاصہ ہے ۔ اس سے میری بیٹی کی شادی بھی رک جائے گی ۔ اور سارے شہر میں میری بے عزتی ہو گی ۔ میں اکثر ایسے موقعوں پر پستول اپنے ساتھ لیجاتا ہوں ۔ جب میں نے دیکھا ۔ اور ساتھ

ہی یہ پہچان لیا کہ رقاصہ روپا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تو غصہ سے میں بے قابو ہو گیا۔ میں نے غصہ میں شیر سنگھ پر گولی چلائی۔ اور اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ کسی نے میرے ہاتھ سے پستول چھین کر آگے پھینک دیا۔ جہاں روپا کھڑی تھی۔ روپا نے دیکھ لیا تھا کہ پستول میں نے چلائی ہے۔ اس نے پستول اٹھا لیا۔ اتنے میں پولیس انسپکٹر اور دیگر لوگ آگئے۔ اور روپا کو گرفتار کر کے لے گئے۔ روپا نے مجھے بچانے کیلئے اپنے آپ کو قاتل ظاہر کیا۔ میری ذات پر اس کا یہ بہت بڑا احسان ہے۔ میں اپنی کمزوریاں جانتا ہوں۔ میں اب زندگی کی اس منزل پہ پہنچ چکا ہوں۔ جب مجھے اس بات کا احساس ہو گیا ہے۔ کہ صرف رئیس اور دولتمند انسان ہی شریف نہیں ہوتے۔ غریب بھی شریف ہوتے ہیں۔

ہم جن کو گھٹیا اور نیچ سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ ہم سے بہت بہتر ہوتے ہیں۔ ذات پات اور اونچ نیچ کے جھگڑوں میں پڑ کر میں نے اپنے بیٹے کی زندگی برباد کر دی۔ اگر اس وقت میں نے اپنے خاندان کے وقار کا خیال نہ کیا ہوتا۔ اگر میں اسوقت اپنی بہو اور اپنے بیٹے کو آشیرواد دیدیتا۔ اگر میں اسوقت اپنی بہو کو گھر سے نہ نکالتا۔ تو شاید اس وقت مجھے کچہری میں آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

میں پرماتما کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں۔ کہ شبیر سنگھ کا قتل میں نے کیا ہے —— میں نے کیا ہے۔ اور اس کی سزا مجھے ملنی چاہیئے۔ میری بہو کو نہیں —— میری بہو بالکل بے قصور اور نردوش ہے۔ مائی لارڈ۔ ملزمہ نے صرف ہمارے خاندان کی عزت بچانے کے لئے شبیر سنگھ کے قتل کا الزام اپنے سر لیا۔

یہ کہتے کہتے ٹھاکر امراؤ سنگھ کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اور وہ اچانک گر پڑے۔ روپا چیخ مار کر ان کی طرف لپکی۔ گوپال نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھال لیا۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ آخری سانسیں لے رہے تھے۔ انہوں نے روپا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "بہو رانی مجھے معاف کرنا۔ میری وجہ سے تمہیں اتنا دکھ اٹھانا پڑا۔" پھر گوپال سے کہا۔

"بیٹا اب اسے اور دکھ نہ دینا۔ نہیں تو میری روح کو کبھی چین نہ ملے گا۔"

یہ کہہ کر ٹھاکر امراؤ سنگھ نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں موند لیں اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

٭

قانون اور قدرت کا ایک ہی فیصلہ رہا۔ اس حادثہ کو تقریباً دو ماہ گزر گئے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ بارہ دری کے ایک

کونے میں رُوپا اور گوپال بیٹھے تھے۔ اس خوشی کے علاوہ ان دونوں کے دلوں میں ایک عجیب سی اداسی بھی تھی۔ انسان زندگی میں الگ ہوتے ہیں ۔۔۔ پھر مل جاتے ہیں۔ یہ زندگی کتنی عجیب ہے۔ جس میں دکھ اور سکھ کے سائے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں۔
میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا روپا۔ کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے اس طرح ملیں گے۔ میرا دل کہتا تھا۔ کہ ملن ہوگا۔ کیونکہ میرے دل میں سچائی تھی۔ روپا نے گوپال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
انسان غصہ میں آکر الٹی سیدھی باتیں کر بیٹھتا ہے۔ پھر ساری عمر دکھ بھوگتا ہے۔
دکھ کے دن بیت گئے گوپال۔ اب پچھلی باتیں نہ دوہراؤ۔ مفت میں جی جلے گا۔ آگے کا سوچو۔"
"مجھے رنج صرف اس بات کا ہے کہ پتا جی۔ اس دنیا سے اتنی جلدی چل بسے۔ اگر یہ گھٹنا نہ ہوتی تو ہم دونوں کتنے خوش ہوتے اس وقت۔"

دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ دھیرے دھیرے اس دودھیا چاندنی میں۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ گوپال نے روپا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے زور سے دبایا۔ دونوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو گئیں۔ سامنے ان کا لاڈلا بیٹا کھیل رہا تھا۔ روپا نے اپنا سر

گوپال کے کندھے پر رکھ دیا۔

گوپال نے اس کے مدھ بھرے ہونٹوں کی طرف دیکھا۔ اور اپنے جلتے ہوئے ہونٹ ان ترستے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

"اب مجھے الگ نہ کرنا گوپال ـــــ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔" روپا نے گوپال کے سینے سے لگ کر کہا۔

"تمہیں الگ کر کے کیا میں زندہ رہونگا۔ پگلی۔ انسان زندگی میں ایک بار غلطی کرتا ہے۔ بار بار غلطی نہیں کرتا۔"

اتنے میں ان کا بیٹا دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا۔ دونوں نے اسے اپنے بیچ میں بٹھا لیا۔ اور اسے چومنے لگے۔ اوپر آسمان مہربان تھا۔ نیچے زمین مشک بار تھی۔

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

کتاب	مصنف	قیمت
ادب فکر اور سماج	راجیندر ناتھ شیدا	۱۲-۰۰
مٹی کے صنم	کرشن چندر	۴-۵۰
عذرا	"	۳-۰۰
گلشن گلشن ڈھونڈا تجھکو	"	۳-۵۰
فلمی قاعدہ	"	۴-۵۰
گدھے کی واپسی	"	۴-۵۰
ان داتا	"	۴-۰۰
لال تاج	"	۳-۰۰
ہمارا گھر	"	۳-۰۰
آسمان روشن ہے	"	۳-۰۰
بہادر گار جنگ	"	۱۲-۰۰
دیوتا اور کسان	"	۷-۵۰
یوکلپٹس کی ڈالی	"	۳-۰۰
میری یادوں کے چنار	"	۸-۰۰
چنبل کی چنبیلی	"	۸--

سورج ریت اور گناہ	مہندر ناتھ	٦ — ۰۰
درد کا رشتہ	"	۴ — ۵۰
تنہا تنہا	"	٦ — ۰۰
برات	"	۴ — ۰۰
ارمانوں کی سیج	"	۳ — ۰۰
روپا	"	۷ — ۰۰
داستان میری ذکر تیرا	"	۷ — ۰۰
ملہار	انیس مرزا	۸ — ۰۰
سات انگلیاں	"	۴ — ۰۰
گونگی چاہت	"	٦ — ۰۰
دشمن	ریوتی سرن شرما	۵ — ۰۰
دھبّے سفید و سرخ	گجندر سنگھ	۸ — ۰۰
فخر کی بات	"	۳ — ۰۰
منگنی	رامیش چندر	٦ — ۵۰
لہروں کی دوڑ	تاجور سامری	۵ — ۰۰
یہ من بڑا چنچل ہے	ٹھاکر پونچھی	۳ — ۰۰

ایشیا پبلشرز، ۵ بہار گولین تیس ہزاری دلّی ٦

جنوری ۱۹۷۳ء میں شائع ہونے والی کتب

چنبل کی چنبیلی	ناول	کرشن چندر	۸-۰۰
میری یادوں کے چنار	"	"	۸-۰۰
داستان میری ذکر تیرا	"	مہندر ناتھ	۷-۰۰
روپا	"	"	۷-۰۰
گونگی چاہت	"	انیس مرزا	۶-۰۰

ایشیا پبلشرز، ۵ بھاگولین تیس ہزاری دلی ۶